باپ بیٹوں کے مشترکہ کاروبار کی

چند اہم صورتیں

تقریظ

نمونہ اسلاف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

تقدیم

حضرت مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی

استاذ و مفتی دارالعلوم دیوبند

تالیف

مفتی ثاقب قاسمی فتح پوری

خادم التدریس والافتاء معراج العلوم چیتا کیمپ، ممبئی

نام کتاب: باپ بیٹوں کے مشترکہ کاروبار کی چند اہم صورتیں
مؤلف: مفتی ثاقب قاسمی فتح پوری
صفحات: ۱۳۴
سن اشاعت: ۲۰۲۲
تعداد: گیارہ سو
قیمت:
ناشر:
ڈیزائننگ: محمد وسیم اکرم قاسمی
ملنے کا پتہ: دیوبند کے جملہ کتب خانے

فہرست

پیش لفظ

اسلام کامل و مکمل دین ہے اس میں قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے زندگی کے ہر شعبے سے متعلق واضح احکام یا اصولی ہدایات موجود ہیں۔

قال الله تبارک وتعالى اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى الآية۔

شریعت کے یہ احکام اعتدال وتوازن، انسانی مزاج اور ان کے مصالح کی رعایت پر مبنی ہیں؛ لہٰذا زندگی کے جس گوشے سے متعلق بھی شریعت اسلامی کی رہنمائی کو نظر انداز کیا جائے گا اس میں الجھاؤ اور پریشانی کا آنا یقینی ہے۔

علامہ ابن القیم اپنی مشہور کتاب اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں:

فان الشريعة مبناها واساسها على الحكم ومصالح العباد وهى عدل كلها ورحمة كلها ومصالح كلها وحكمة كلها فكل مسئلة خرجت عن العدل الى الجور وعن الرحمة الى ضدها وعن المصلحة الى المفسدة وعن الحكمة الى العبث فليست من الشريعة وان ادخلت فيها بالتاويل فالشريعة عدل الله بين عباده ورحمته بين خلقه۔ (1)

ترجمہ: بلا شبہ شریعت کی بنیاد و اساس بندوں کے مصالح و مفاد پر ہے شریعت سراپا عدل و انصاف رحمت و رأفت، مصلحت و حکمت ہے، لہٰذا زندگی کا

(1) ۳/۳ فصل فی تغير الفتوى واختلافها۔

جو مسئلہ بھی عدل وانصاف سے، ظلم وجور کی طرف، وسعت ورحمت سے تنگی اور سختی کی طرف، مفاد و مصلحت سے شر و فساد کی طرف اور حکمت سے لغو وفضول کی طرف نکلتا ہوا دکھائی دے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس مسئلہ میں شریعت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور یہ راہ شریعت سے ہٹ چکا ہے اگر چہ تاویلات کے ذریعہ لوگ اسے شریعت بتلائیں اس لئے کہ شریعت بندوں کے درمیان خدا کے عدل وانصاف پر مبنی قانون کا نام ہے۔

اس لئے موجودہ وقت میں مشترکہ کاروبار بالخصوص باپ اور بیٹوں کے درمیان ہونے والے کاروبار کے حوالہ سے بعد میں جو پریشانیاں اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں اور والد کے انتقال کے بعد بھائیوں کے درمیان جو نفرتیں اور عداوتیں جنم لیتی ہیں بلکہ بسا اوقات بات سب وشتم تک پہنچتی ہے۔

اس کا اصل حل تو یہی ہے کہ معاملہ خواہ اقارب کے ساتھ ہو یا اجانب کے ساتھ شرعی ضابطے کے مطابق ہی کیا جائے؛ چنانچہ بیٹوں کے باپ کے کاروبار میں عملی اشتراک کے وقت ہی یہ طے ہو جائے کہ اس معاملے میں ان کی کیا حیثیت ہے؟ آیا وہ اس میں باپ کے شریک و پاٹنر ہیں یا ان کی حیثیت اجیر وملازم کی ہے یا محض وہ اپنے والد کے معاون ومددگار رہیں۔

اگر بوقت معاملہ یہ ساری چیزیں طے ہو جائیں اور معاملہ کی صورت مکمّل واضح ہو تو نہ مستحقین کے حقوق تلف ہوں اور نہ قرابت ورشتہ داری کا استحصال ہو؛ لیکن جہالت اور شرعی احکام سے ناواقفیت یا بے اعتنائی کے سبب بالعموم لوگ غیر شرعی طریقے پر ہی معاملات کرتے ہیں؛ بلکہ اس طرح کے کاروبار میں بوقت معاملہ نوعیت کی تعیین باعث عار اور احترام کے خلاف سمجھتے ہیں جس کی بناء پر طرح طرح کی مشکلات اور نت نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور مکمل صورت

حال واضح نہ ہونے کی بناء پر حکم لگانے میں مفتیان کرام کو بھی دقت و پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔

اس لئے ضرورت تھی کہ بالخصوص اس طرح کے مختلف پیش آمدہ نزاعی مسائل میں باہم اجتماعی غور وفکر کر کے امت کے سامنے واضح لائحۂ عمل تجویز کر دیا جائے۔

اس طرح کے پیش آمدہ مسائل میں اجتماعی غور وفکر، مشورہ اور بحث وتمحیص کا سلسلہ قرون اولی سے چلا آ رہا ہے، اور اس طرح کے غیر منصوص مسائل میں شرعی اصول وضوابط کے مطابق احکام معلوم کرنے کا مذکورہ طریقہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلقین کردہ ہے۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جس کا حکم قرآن وسنت میں صراحتاً مذکور نہیں تو اس میں ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فقہاء ومتقی لوگوں سے باہم مشورہ کر کے اس کا حل نکالو اور ذاتی رائے کو مت اپناؤ۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ نَزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ فِيْهِ بَيَانُ أَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ، فَمَا تَأْمُرُنِى؟ قَالَ: شَاوِرُوْا فِيْهِ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِيْنَ، وَلَا تَمْضُوا فِيْه رَأْىَ خَاصَّةٍ۔ (1)

(1) رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، 441/1 رقم 1618 ط دار الكتب العلميه بيروت لبنان وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ مِنْ أَهْلِ الصَّحِيْحِ۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 1/178، باب الاجتهاد، الناشر: مكتبة القدسى، القاهرة۔

اس زریں ہدایت نامہ کے مطابق ہر دور میں علماء امت نے امت کی مشکلات اور مسائل کو حل کیا ہے مغلیہ دور حکومت میں فتاوی عالم گیری اور ماضی قریب میں "الحیلۃ الناجزۃ" جیسی گراں قدر کتابیں اسی ہدایت نامہ پر عمل کی مثالیں ہیں، اور اب اس وقت بڑی حد تک فقہی اجتماع کے ذریعہ اس کام کو انجام دیا جارہا ہے۔

احقر نے زیر نظر رسالہ بھی جمعیۃ علماء ہند کے زیر انتظام ایک اجتماع کے موقع پر ترتیب دیا تھا اب معمولی حذف واضافہ کے بعد افادۂ عام کے لئے ہدیہ ناظرین کیا جارہا ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر اپنے اکابرین واساتذہ، محسنین ومعاونین کا شکر ادا نہ کیا جائے کہ انہیں کی عنایات وتوجہات اور ذرہ نوازی سے یہ کتاب ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ سب سے پہلے قافلہء دیوبند کے سالار دارالعلوم دیوبند کے روح رواں حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضور والا نے اپنی بے پناہ تدریسی وانتظامی مصروفیت کے باوجود بندے کی حقیر سی درخواست پر تقریظ لکھ کر احسان عظیم فرمایا، اور ذرہ نوازی، کرم گستری اور خردوں کی حوصلہ افزائی کا عملی نمونہ پیش فرمادیا۔

اسی طرح بندہ مخدوم گرامی قدر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی استاذ ومفتی دارالعلوم دیوبند کا بے حد ممنون کرم ہے کہ حضرت والا نے بالاستیعاب پورے مسودے کو پڑھ کر اصلاح وترمیم فرمائی، مفید مشوروں سے نوازا، اور ایک بسیط مقدمہ لکھ کر کتاب کے حسن کو دوبالا کردیا۔ درحقیقت یہ مقالہ حضرت ہی کا معنوی فیض ہے؛ کیونکہ احقر نے اسے حضرت ہی

کی زیرنگرانی تحریر کیا تھا جب کہ بندہ دارالعلوم دیوبند میں تخصص فی الافتاء کا طالب علم تھا جہاں قدم قدم پر حضرت والا کی شفقتیں، عنایتیں اور بے پناہ توجہات شامل حال تھیں۔ فجزاه الله عنی احسن الجزاء

نیز موفق وبافیض عالم دین، نائب امیر الہند حضرت اقدس مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری دامت فیوضہم کا بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت والا نے باوجود ہمہ جہت دینی خدمات، تھکا دینے والی مصروفیات کے احقر کی حقیر سی درخواست پر تقریظ لکھ کر اس کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر دیا۔

اسی طرح بندہ اپنے محبوب شیخ و مرشد حضرت الحاج شکیل احمد صاحب ادام الله ظلاله بصحة وعافية ومتعنا الله بفيوضه کا بے حد ممنون ہے کہ آپ نے بھی اپنا محبت نامہ عنایت فرما کر احسان عظیم فرمایا جس کا لفظ لفظ شفقت و محبت ذرہ نوازی کی چاشنی میں ڈوبا ہوا ہے۔

آخر میں حضرت مفتی ابراہیم صاحب غازی آبادی مرتب فتاوی کتاب النوازل اور حضرت مولانا مفتی محمد مصعب صاحب قاسمی معین مفتی دارالعلوم دیوبند کا بھی احقر ممنون کرم اور شکر گزار ہے کہ ان حضرات نے مصروفیت کے باوجود پوری کتاب کا بغور مطالعہ فرما کر مفید مشوروں سے نوازا، اسی طرح جملہ معاونین واحباب کا بھی بندہ شکر گزار ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اسے قبول فرما کر مؤلف کے لئے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ آمین

احقر محمد ثاقب قاسمی فتح پوری

۱۸ر ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ ۲۹ر جولائی ۲۰۲۱ء

تقریظ

نمونہ اسلاف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. ....   Date:......................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

پیش نظر رسالہ ''باپ بیٹوں کے مشترکہ کاروبار کی چند اہم صورتیں'' دراصل ایک تحقیقی مقالہ ہے جو ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے زیر اہتمام دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر میں ۴ تا ۶ رمئی ۲۰۱۶ء کو منعقد ہونے والے فقہی اجتماع میں پیش کرنے کے لیے لکھا گیا تھا۔

جس کا پس منظر یہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں تاجر حضرات کے یہاں عموماً یہ شکل رائج ہے کہ کوئی شخص اپنے سرمایہ اور اپنی محنت کے ساتھ مختصر یا بڑے پیمانہ پر کاروبار کرتا ہے۔ پھر اس کے بچے بڑے ہو کر آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے عملی طور پر کاروبار میں شریک ہوتے جاتے ہیں؛ لیکن کاروبار میں ان کی حیثیت متعین نہیں کی جاتی کہ وہ صرف والد کے معاون ہیں یا کاروبار میں شریک ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ دھیرے دھیرے کاروبار کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتا ہے اور اولاد ہی کاروبار کے دروبست کی مالک بن جاتی ہے۔ پھر والد کی حیات ہی میں یا اس کے انتقال کے بعد ملکیت اور حصہ داروں کے بارے میں نزاعات پیدا ہوتے ہیں۔ خصوصاً اس وقت جبکہ کاروبار میں دخیل بیٹوں کے علاوہ کچھ صغیر السن اولاد بھی موجود ہوں جن کا کاروبار کی ترقی میں عملی حصہ نہیں ہے۔

اس صورت حال میں جتنی شکلیں ممکن تھیں ان سب کو مباحث فقہیہ کے سوالنامہ میں شامل کیا گیا اور دیگر مفتیان کرام کے ساتھ صاحب مقالہ جناب مفتی محمد ثاقب قاسمی نے بھی ان کا مفصل اور مدلل جواب تیار کیا۔

ان کا مقالہ مزید اضافوں اور تہذیب و تنقیح کے ساتھ کتابی شکل میں طباعت کے لیے تیار ہے۔ امید ہے کہ کتاب اور اس کے آخر میں درج تجاویز سے علماء کرام اور مفتیان عظام کو بھی اس نوع کے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں غور کرنے میں مدد ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت غراء کا مکمل پابند بنائے اور ہمارے معاملات کو بھی درست فرمائے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۱/۳/۱۴۴۳ھ = ۱۸/۱۰/۲۰۲۱ء

تقدیم

حضرت مولانا مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی دامت برکاتہم العالیہ
مفتی دارالعلوم دیوبند

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے معاملات کی بڑی اہمیت ہے اور یہ اسلام کا اہم شعبہ ہے قرآن کریم کی متعدد آیات ہیں جن میں معاملات کے اصلاح و درستگی کی تعلیم دی گئی، معاملات ہی سے حقوق العباد کی ادائیگی متعلق ہے ارشاد باری تعالی ہے: ”إن اللّٰه يأمركم أن تؤدوا الأمانات الى اہلہا“ اللہ تعالی تم کو حکم کرتا ہے امانتیں ان کے اہل اور حقدار لوگوں تک پہنچادو۔ دوسری جگہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ قرض کا لین دین کیا کرو تو اسے لکھ بھی لیا کرو تاکہ بھول چوک یا غلط فہمی سے کسی کا حق نہ مارا جائے، معاملات کی صفائی نہ ہونے اور شریعت کے مطابق لین دین کا طریقہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے حقوق العباد تلف ہوتے ہیں اور انسان خیانت، غصب، ظلم جیسے بڑے گناہوں کا مرتکب ہوجاتا ہے اسی لیے آخرت کے اعتبار سے ایسے شخص کو حدیث میں مفلس کہا گیا ہے۔(1)

معاملات کی درستگی کے سلسلے میں عموما جو کوتاہیاں پائی جاتی ہیں ان کی اصلاح کے لیے حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

(1) مسلم، ۲۵۸۱۔

نے ''صفائی معاملات'' کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس میں بطور نچوڑ اس امر کی طرف رہنمائی کی گئی کہ آپسی معاملات احکام شریعت کے مطابق طے کرنا چاہیے جس میں معاملہ ہر پہلو سے صاف اور واضح ہو کسی پہلو سے ایسا ابہام واجمال نہ رہے جو بعد میں باعث نزاع ہو کر آپسی اختلاف کا سبب بنے یا موجب فساد ہو کر وزر آخرت کا باعث ہو۔

فقہاء کرام نے ایمانیات وعبادات کے ساتھ فقہی ابواب کا بڑا حصہ معاملات کے جائز وناجائز پہلوؤں کو واضح کرنے کے لیے قائم فرمایا ہے اور اس کے جزئیات پر تفصیل سے کلام کیا ہے جس سے دین اسلام کی تعلیمات کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

تصحیح معاملات کے لیے کبھی اجنبیت اور صاف گوئی کا رویہ اختیار کرنا ہوتا ہے اسی لیے مثل مشہور ہے: ''تعاشروا کالاخوان وتعاملوا کالاجانب'' یعنی معاشرت بھائیوں کی طرح اختیار کرو اور معاملہ (حسن گفتار اور حسن اخلاق کے ساتھ) اجنبی لوگوں جیسا کرو۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ معاملات کے سلسلے میں کوتاہی عام ہے بالخصوص کاروباری شرکت کا معاملہ کرنے کی شکل میں مختلف پہلوؤں سے معاملہ مبہم مجمل اور غیر واضح باقی رہ جاتا ہے جو اختلاف کا موجب اور باہمی تعلقات کے خراب ہونے کا باعث بنتا ہے اگر کسی عزیز قریب سے کاروباری شرکت کا معاملہ ہوا تو باہمی قربت کی وجہ سے بہت سے پہلو تشنہ رہتے ہیں جن کی توضیح غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز ہو جاتی ہے، مثال کے طور پر باپ کے بیٹوں کو (۱) اپنے کاروبار میں شریک کرنے۔ (۲) یا کبھی انہیں الگ کاروبار کے لیے رقم دینے (۳) یا کوئی اپنا چلتا کاروبار ان کے حوالے کر دینے کی صورتیں بکثرت پیش آتی ہیں، مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے معاملہ گول مول

رہتا ہے جس سے بڑی حق تلفیاں ہوتی ہیں، مثلاً پہلی شکل میں کاروبار کس کا مانا جائے؟ راس المال کا مالک کون ہے؟ اور ہونے والے نفع کا مالک کون ہے؟ اگر سب باپ کا ہے تو عمل کرنے والے بیٹے کو سوائے اپنے ضروری اخراجات کے بطور حق الخدمت کے کیا ملا؟ جبکہ وراثت کے اعتبار سے کاروبار میں عمل کرنے والا بیٹا اور دیگر اولاد سب ہی حق وراثت کے مستحق ہوں گے لیکن عمل کرنے والے بیٹے کو الگ سے کوئی منفعت حاصل نہ ہوئی، اسی طرح دوسری شکل میں کاروبار کے لیے بیٹے کو رقم دی تو کیا واضح انداز پر ہبہ کے الفاظ استعمال ہوئے اور دوسری اولاد کو بھی اس طرح ہبہ کیا گیا یا نہیں؟ کیونکہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنا مستحب ہے اور ایسی ترجیح جس سے دوسرے اولاد کی حق تلفی ہو ممنوع ہے۔ تیسری شکل میں بیٹے کو کاروبار کرا دینے یا اپنا کاروبار اس کے حوالے کر دینے کی صورت میں نوعیت واضح نہیں ہوتی اور اصل کاروبار کو ہبہ مع القبض کرنے اور والد کے خود اس کی ملکیت سے دست بردار ہونے کے قرائن اور الفاظ غیر واضح ہوتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ معاملات کی مبہم غیر واضح صورتیں کبھی عامل اور کبھی دوسری اولاد کے حق تلفی کو مستلزم ہوتی ہیں، مثلاً کاروبار کرنے والا بیٹا کاروبار کے سرمایہ اور نفع کا اگر مالک نہ ہوا تو اسے اپنی ذاتی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ الگ سے منفعت کے نام پر کچھ حاصل نہ ہوگا، جبکہ دوسری اولاد اپنے ذاتی کاروبار یا ملازمت سے حاصل کردہ منفعت کے خود مالک ہوتے ہیں، اور اگر عامل بیٹا اس کاروبار اور منفعت کا خود مالک قرار دیا جائے تو بسا اوقات دوسری اولاد کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے انہیں بطور ہبہ باپ کی زندگی میں اس طرح کا کاروبار حاصل نہ ہوا۔

دوسری طرف باپ بیٹوں کے مشترک کاروبار کے غیر واضح اور مبہم پہلوؤں کا اثر نہ صرف یہ کہ باپ بیٹوں کی زندگی اور ذات تک محدود رہتا ہے بلکہ باپ کے انتقال کے بعد وراثت کی تقسیم میں دشواریاں پیدا ہوتی ہیں؛ کیونکہ تقسیم وراثت کے لیے مورث کی املاک کا معلوم و متعین ہونا ضروری ہے جس میں کسی قسم کا اجمال وابہام نہ رہے اجمال وابہام کو رفع کرنا باپ بیٹے کی زندگی میں تو ان کے اختیار میں تھا کہ تصفیہ کر کے معاملہ ایک طرف کر لیں، اب دونوں میں سے کسی کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء کے حقوق وابستہ ہو گئے، جس میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور وراثت کے مطابق ترکہ کی تقسیم میں دشواریاں پیش آتی ہیں، بالعموم وراثت کی تقسیم میں تاخیر اور ٹال مٹول یا کبھی تقسیم کا نہ پایا جانا خود مورث کے مالی معاملات کی خرابیوں کی وجہ سے ہوتا ہے، مرحوم کی املاک متعین کرنے میں مختلف پیچیدگیاں سد راہ ہوتی ہیں، جن کی اصل بنا بالخصوص کاروباری شرکت کے پہلوؤں کا واضح نہ ہونا ہوتا ہے۔ نتیجۃً لوگ غصب اور ظلم کے مرتکب ہو کر مال حرام کے کھانے والے بن جاتے ہیں۔

جمعیۃ العلماء ہند کے ادارہ ''المباحث الفقہیہ'' نے رجب ۱۴۳۷ھ مطابق مئی ۲۰۱۶ء کے اجلاس کے لیے بحث و تحقیق کا ایک موضوع ''باپ بیٹوں کے مشترکہ کاروبار کی چند اہم صورتیں'' کو متعین کیا تھا، مفتی محمد ثاقب فتح پوری زید علمہ اس وقت دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں تخصص فی الافتاء میں زیر تعلیم تھے، انہوں نے راقم الحروف کی نگرانی میں سوالنامے کے جوابات محنت و تحقیق سے تیار کر کے ایک مفصل مقالہ لکھا تھا، اب مزید محنت وعرق ریزی کر کے اس کو ایک رسالہ کی شکل میں مرتب کیا ہے، راقم الحروف نے اس رسالہ کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے، ماشاء اللہ موصوف نے اس رسالہ میں مختلف النوع جزئیات کو یکجا

کیا ہے ہر جزیہ کے ایک ایک پہلو کی تشریح کرتے ہوئے اس کا حکم شرعی واضح کیا ہے، بڑی دقت نظری اور تحقیق سے کام کیا ہے اور اپنے ہر قول پر فقہاء کرامؒ کی واضح عبارت سے استدلال کرتے ہوئے موقع پر اس کو منطبق کیا ہے، اس طرح اس موضوع پر اب یہ محقق و مدلل رسالہ تیار ہو گیا ہے۔

مفتی محمد ثاقب صاحب زاد اللہ فی علمہ وفضلہ ذی استعداد، جواں سال فاضل ہیں، چند سالوں سے ایک اچھے ادارے میں درس و تدریس اور افتاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں، محنت اور لگن سے کام کرنے کے عادی ہیں، اس مختصر رسالے میں موصوف کی نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی کے نمونے موجود ہیں، اللہ تعالی موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور مزید علمی اور تحقیقی کاموں کے لیے قبول فرمائے۔

ضرورت ہے کہ اس طرح کے مسائل اصلاح معاشرہ کے عنوان کے تحت بھی موضوع گفتگو لا کر لوگوں کے گوش گذار کیے جائیں اور انہیں سمجھائے جائیں تاکہ لوگ اپنے معاملات بالخصوص باپ بیٹے کے کاروباری طرز عمل کو درست اور شریعت کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔

اللّٰہم وفقنا لما یحب ویرضاہ وصلی اللّٰہ تعالی علٰی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین۔

خاک پائے درویشاں

زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی

مفتی دار العلوم دیوبند

۲۳؍ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ ۲۹؍نومبر ۲۰۲۱ء

تقریظ

حضرت اقدس مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم العالیہ
استاذ حدیث ومفتی مدرسہ شاہی مراد آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا اما بعد

باپ بیٹوں کے درمیان مشترکہ کاروبار اوراس کی مروجہ شکلیں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ابتلاء عام ہے اور یہ تقریباً ہر زراعت اور تجارت پیشہ گھرانوں کا مسئلہ بن گیا ہے لیکن اشتراکی معاملات اور اس کے اصول وآداب سے ناواقفیت کی بنا پراس کاروبار کی ایسی ایسی شکلیں باپ بیٹوں کے درمیان چل پڑی ہیں جن کے شرعی احکام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے باپ اوراس کی اولاد کے درمیان اسی طرح بھائیوں میں آپس میں نزاع کی صورتیں پیش آنے لگتی ہیں اور یہ مقدس رشتے مخدوش ہوجاتے ہیں۔

اس کا لازمی اثر میراث کی تقسیم پر پڑتا ہے کہ باپ کا ترکہ صحیح طریقے سے مشخص اور متعین نہ ہوسکنے کی بنا پر بہت سے اموال اور چلتے ہوئے کاروبار پر بعض اولاد قابض ہوجاتی ہے اور باپ کے ساتھ اس کی زندگی میں کاروبار میں شریک ہونے کی بنا پر اپنی ملکیت کا دعویدار بن کر اپنے دیگر بھائیوں کو بے دخل

کر دیتی ہے۔

اس لیے سخت ضرورت تھی کہ کاروبار کی تمام مروجہ اور ممکنہ شکلوں کو ان کے شرعی احکام کے ساتھ امت کے سامنے کھول کھول کر بیان کیا جائے تا کہ کاروبار بھی شرعی اصولوں کے ساتھ ہو اور تقسیم میراث میں بھی کوئی دشواری نہ رہے۔

اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوے ادرۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے زیر اہتمام بانڈی پورہ کشمیر میں 4 تا 6 مئی 2016ء کو ایک فقہی اجتماع منعقد کیا گیا جس میں اس کاروبار سے متعلق تیار کردہ سوال نامے کے جوابات مفصل اور تحقیقی مقالات کی شکل میں پیش کیے گئے اور سینکڑوں علماء ومفتیان کرام نے حضرات اکابر کی سرپرستی میں اس پر دیر تک نہایت غور وخوض کے ساتھ اپنی آرا پیش کیں اور مکمل مناقشہ اور مباحثہ ہونے کے بعد حضرات اکابر کی موجودگی میں تجاویز پاس کی گئیں۔

عزیزم مولوی مفتی ثاقب زید علمہ ادارۃ المباحث الفقہیۃ کے پروگراموں میں شریک ہوتے ہیں اور اپنا مقالہ پیش کر کے مباحثہ میں حصہ لیتے ہیں چنانچہ موصوف نے اس موضوع پر بھی اپنا تفصیلی مقالہ لکھا جس کی تلخیص اس اجتماع میں سنائی گئی۔

اب موصوف نے اپنے اس مقالے کو مزید شرح وبسط اور نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ موضوع سے متعلق ہر سوال کا جواب، قدیم وجدید فقہی عبارات، اصول اور لغت کی کتابوں کے حوالجات اور حضرات اکابر دار العلوم دیوبند کے فتاوی کے اقتباسات سے مزین کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

احقر نے اس مقالے کو بغور دیکھا اور اس سے استفادہ کیا ہے جو الحمدللہ اپنے موضوع کے تمام گوشوں پر کافی، شافی اور مدلل ومحقق محسوس ہوا امید ہے کہ حضرات علماء اور خصوصا مفتیان کرام اس سے استفادہ کریں گے دل سے دعا ہے باری تعالی اسے قبول فرما کرامت کے حق میں نافع بنائیں۔ آمین

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۶/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ ۲۷/جولائی ۲۰۲۱ء

محبت نامہ

حضرت حاجی شکیل احمد صاحب مدظلہ العالی، پنویل، نوی ممبئی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد

عزیزم مفتی محمد ثاقب سلمہٗ کو اُن کے زمانۂ طالب علمی سے جانتا ہوں، اور بہت قریب سے جانتا ہوں؛ بلکہ وہ میرے بیٹے کی طرح ہیں اور میں انھیں اپنا بیٹا ہی سمجھتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے کچھ ایسا ہی تعلق رکھتے ہیں۔

ممبئی کے ایک مدرسہ میں جب زیرِ تعلیم تھے، تو ان سے ملاقاتیں ہوتیں، ان کی خداداد ذہانت کے ساتھ ساتھ حصولِ تعلیم میں ان کی لگن اور شوق سے دل بہت خوش ہوتا اور دعائیں نکلتیں، پھر وہ دارالعلوم دیوبند گئے اور بہت اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے، عربی ادب میں تخصص کے بعد افتاء کیا، اور پھر تدریب الافتاء بھی کیا۔

مدرسہ کی چھٹیوں میں بالخصوص رمضان المبارک کی تعطیل میں افادہ اور استفادہ کا موقع ملتا رہا، حصول تعلیم سے فارغ ہوکر پڑھانے کی غرض سے جب ممبئی واپس آئے تو جب بھی موقع ملا آتے رہے، ملتے رہے، کچھ سنتے بھی رہے اور سناتے بھی۔ عمل کی باتیں لیتے رہے اور علم کی باتیں بتاتے رہے، ان کے علمی

اور تحقیقی جوابات سے جی بہت خوش ہوتا۔ الحمد للہ استفادہ اور افادہ کا یہ سلسلہ جاری ہے، اللہ پاک اس کو باقی رکھے، اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

مفتی صاحب سلمہ کو فقہی اجتماع میں مدعو کیا جاتا ہے اور ان کے فقہی و تحقیقی مقالات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ھند کے زیر اہتمام بانڈی پورہ، کشمیر میں 4 تا 6 مئی 2016ء کو ایک فقہی اجتماع منعقد کیا گیا، مفتی صاحب نے اس میں جو تحقیقی مقالہ پیش کیا تھا اس کا عنوان تھا: "باپ بیٹوں کے درمیان مشترکہ کاروبار اور اس کی مروجہ شکلیں" اس مقالہ کا خلاصہ اس پروگرام میں سنا اور پسند کیا گیا۔

اب موصوف نے اپنے اس مقالے کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے مزید تفصیل اور تحقیق کے ساتھ کتابی شکل میں پیش کیا ہے۔ ان مسائل کا جاننا اور عمل کرنا امت کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس کتاب کو بہت عام کرنا چاہئے۔

اللہ پاک اسے قبول فرما کر اس کے نفع کو عام و تام فرمائے۔ آمین

شکیل احمد پنویل

۲۳/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ　　۳/اگست ۲۰۲۱ء

تقریظ

حضرت الحاج قاری محمد صادق خان صاحب
بانی و مہتمم الجامعۃ العربیہ معراج العلوم چیتا کیمپ، ممبئی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دین صرف چند عبادات کا نام نہیں ہے بل کہ یہ ایک مکمل نظام زندگی اور طرز حیات ہے جس میں ایمانیات، عبادات، اخلاقیات، معاملات، معاشرت سبھی شعبے سنت وشریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

اگر ہماری زندگیوں میں کامل دینداری آجائے اور تمام شعبوں کا دین زندہ ہوجائے تو زندگی بڑی خوش گوار، راحت بھری اور جنت کا نمونہ بن جائے ایک دوسرے کو شکوہ شکایت اور کوئی تکلیف نہ پہونچے۔

اسی طرح اگر کسی شعبہ زندگی سے شریعت نکال دی جائے اور دین رخصت ہوجائے تو اس سے خیر وبرکت اٹھ جاتی ہے الجھاؤ اور پریشانی اس کا مقدر بن جاتی ہے؛ کیوں کہ راحت کی چیز یعنی شریعت کو درمیان سے نکال دیا گیا ہے۔

آج کل گھریلو معاملات میں جو پیچیدگیاں پریشانیاں اور ایک دوسرے سے شکایتیں ہیں خصوصاً مالی معاملات میں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ معاملات کا دین اور اس کی شریعت ہم نے نظر انداز کر دیا ہے جب جیسا چاہا معاملہ کرلیا نہ

معاملات کی نوعیت معلوم نہ طریقہ کار متعین نہ علماء سے پوچھ کر سیکھ کر کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے جس کی وجہ سے بعد میں طرح طرح کی دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔

انھیں گھریلو کاروباری معاملات میں سے ایک اہم معاملہ باپ بیٹوں کے درمیان اسی طرح آپس میں بھائیوں کے درمیان ہونے والے کاروبار کی شکلیں ہیں مثلاً والد کاروبار شروع کرتے ہیں اور پھر بیٹے وقتاً فوقتاً اس میں لگتے رہتے ہیں کبھی کوئی سرمایہ بھی لگا دیتا ہے اور کبھی بغیر سرمایہ لگائے شریک ہوتے رہتے ہیں اور چوں کہ لگتے وقت کوئی نوعیت معلوم نہیں ہوتی اس لیے والد کے انتقال کے بعد آپس میں بھائیوں میں نزاع ہوتا ہے اور رشتوں کا استحصال ہوتا ہے؛ نیز ایک دوسرے کے حقوق بھی تلف ہوتے ہیں ضرورت تھی کہ اس طرح کے مسائل پر کوئی مرتب راہنمائی امت کے سامنے آجاتی۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ عزیزم مفتی محمد ثاقب سلمہ نے اس موضوع سے متعلق مروجہ شکلوں کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ جمع کر دیا ہے اکابرین کی تقریظات اور ان کے اعتماد سے مزین یہ رسالہ ان شاء اللہ امت کے حق میں نافع ثابت ہوگا، دعا ہے کہ اللہ تعالی اسے شرف قبولیت سے نوازیں اور مؤلف کو مزید اعمال خیر کی توفیق ارزانی فرمائیں۔آمین

(قاری) محمد صادق خان (صاحب)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد آزاد بیگ صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ
استاذ و مفتی معراج العلوم چیتا کیمپ، ممبئی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مال انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے جس پر انسانی زندگی کا انحصار ہے جس کے حصول کے جائز و ناجائز طریقوں کی شریعت مطہرہ میں مفصل رہنمائی کی گئی ہے کتاب وسنت میں ناحق و باطل طریقہ پر مال کھانے سے منع کیا گیا ہے مال کو فتنہ و آزمائش کہا گیا ہے اگر اس کو جائز طریقہ سے حاصل نہ کیا گیا اور صحیح مصرف میں نہ لگایا گیا تو وبال جان ہے کل قیامت میں دو سوال مال سے متعلق ہوں گے: من این اکتسبه وفیما انفقه ان کا جب تک معقول و صحیح جواب نہ دیا جائیگا انسان کے قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکیں گے۔

دین کے پانچ شعبوں میں معاملات ایک اہم شعبہ ہے جس کی درستگی آخرت میں نجات کے لیے ناگزیر ہے شہید جس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں مگر مالی حق معاف نہیں ہوتا مالی معاملات کی درستگی ہر حال میں ہر شخص سے ہر شخص کے لئے ضروری ہے خواہ اجنبی سے ہو یا قریبی سے۔

عام طور سے باپ کمائی کا آغاز ایک کاروبار سے کرتا ہے لڑکے یکے بعد دیگرے بڑے ہوتے ہیں اور تعلیم و تربیت کے بعد اسی کاروبار میں لگتے جاتے ہیں لیکن اس کی کوئی حیثیت متعین نہیں ہو پاتی بعد میں انتہائی نزاعی صورت پیدا

ہوجاتی ہے جس کی اصلاح بے حد پیچیدہ اور لاینحل ہوجاتی ہے خصوصاً باپ کے انتقال کے بعد قابض بیٹا دوسرے ورثا کا حق دبالیتا ہے۔

اس لئے جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام ادارۃ المباحث الفقہیہ نے باپ بیٹوں کے مشترکہ کاروبار کو اپنے سولہویں اجتماع کا موضوع قرار دیا اس میں شریک حضرات مفتیان عظام نے مقالات لکھے جن کی تلخیص تیار ہوئی اور سیر حاصل بحث وتمحیص کے بعد تجاویز مرتب ہوئیں اور منظر عام پر لائی گئی۔

انہیں مقالات میں ایک قیمتی مقالہ عزیز محترم جناب مولانا مفتی محمد ثاقب قاسمی فتحپوری زید علمہ وفضلہ کا بھی تھا جب کہ موصوف شریک تدریب فی الافتاء تھے، عزیزم ماشاء اللہ زمانہ طالب علمی سے ہی محنت ولگن کیساتھ اکتساب علم کرنے والے ہونہار طلبہ میں سے رہے ہیں اور احقر کے چند قابل فخر تلامذہ میں سے ایک ہیں اللہ تعالی نے لکھنے پڑھنے کا اچھا سلیقہ عطا فرمایا ہے۔

انہوں نے اپنے مقالہ کو بہتر انداز میں سنوار کر مفید تر بنا کر منظر عام پر لانے کا ارادہ کیا ہے نائب امیر الہند حضرت اقدس مفتی سیّد محمد سلمان منصور پوری دامت برکاتہم استاد حدیث ومفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کی تائید وتصویب کے بعد احقر کے تقریظ کی چنداں ضرورت نہ تھی عزیز محترم کی فرمائش پر اس مقالہ کو از ابتداء تا انتہاء بالاستیعاب پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اسے بیحد مفید پایا؛ انشاء اللہ یہ عوام سے زیادہ خواص کے لئے بہت کارآمد ونافع ثابت ہوگا۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کے اس علمی کارنامہ کو قبول فرمائے اور آئندہ مزید خلوص کے ساتھ علمی کارناموں کی توفیق ارزاں مرحمت فرمائے اس کو صدقہ جاریہ کے طور پر قبول فرمائے۔ آمین

فقط

محمد آزاد بیگ ۵/محرم ۱۴۴۳ھ ۱۵/اگست ۲۰۲۱ء

اس وقت مشترکہ کاروبار کا ایک اہم حصہ باپ اور بیٹوں کے مابین ہونے والے کاروبار ہیں جس کی موجودہ وقت میں بہت سی صورتیں رائج ہیں۔ مثلاً:

بیٹا والد کے کاروبار میں سرمایہ لگائے بغیر صرف محنت و عمل کرے

{۱} باپ اپنے سرمایہ سے کوئی کاروبار شروع کرتا ہے، پھر مثلاً: بڑا بیٹا اس کے کام میں شریک ہوجاتا ہے، بیٹے کا اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگتا، رہنا سہنا باپ ہی کے ساتھ ہوتا ہے، بڑے بیٹے اور گھر کے دیگر افراد کے سارے اخراجات اسی کاروبار سے پورے کیے جاتے ہیں، بعد میں بڑا بیٹا پورا کاروبار سنبھالتا ہے، باپ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے عملی طور پر کاروبار میں وقت نہیں دے پاتا، اسی حالت میں باپ کا انتقال ہوجاتا ہے۔

اس کے انتقال کے بعد بڑا بیٹا کہتا ہے باپ کی زندگی میں چونکہ میں نے ہی پورا کاروبار سنبھالا ہے، اس لیے اس کاروبار اور اس سے حاصل شدہ آمدنی کا میں ہی تنہا مالک ہوں، دیگر بھائیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، ایسی صورت حال میں شریعت کیا کہتی ہے؟

کیا بڑا بیٹا ہی کاروبار کا مالک ہوگا یا بڑے بیٹے کے کاروبار میں اپنا سرمایہ

نہ لگانے اور باپ کے عیال میں رہنے کی وجہ سے اس کو باپ کا معاون قرار دیا جائے گا، اور باپ کے انتقال کے بعد سارا کاروبار اور اس سے حاصل شدہ آمدنی ورثاء کے مابین حسب حصص شرعیہ تقسیم کی جائے گی؟

واضح رہے کہ اس سلسلے میں علامہ شامیؒ کی یہ عبارت بہت اہمیت کی حامل ہے: "الاب وابنه يكتسبان فى صنعة واحدة، ولم يكن لهما شیء، فالكسب كله للاب ان كان الابن فى عياله لكونه معينا له۔"

لیکن اس عبارت میں اس بات کی تنقیح کی ضرورت ہے کہ بیٹے کا باپ کے عیال میں رہنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا عیال کا مفہوم ہر علاقے کے طرز معیشت کو سامنے رکھ کر متعین کیا جائے گا، یا اس کا کوئی ایک ہی خاص مفہوم ہے، جس کی روشنی میں سارے علاقے والوں کے لئے ایک ہی حکم ہوگا۔

جواب: {ا}

اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا پھر بعد میں بیٹوں میں سے کوئی باپ کے ساتھ کام میں شریک ہوگیا اور والد کا ہاتھ بٹانے لگا اور بوقت معاملہ والد نے اس بیٹے کی کوئی حیثیت متعین نہ کی ہو، نیز لڑکا والد کے عیال اور زیر کفالت ہو تو اس صورت میں وہ لڑکا باپ کا مددگار و معاون شمار کیا جائے گا، اور باپ کے انتقال کے بعد سارا کاروبار اور اس سے حاصل شدہ آمدنی تمام ورثہ کے مابین حسب حصص شرعیہ تقسیم کی جائے گی، کاروبار سنبھالنے والا بیٹا تنہا کاروبار یا اس کے منافع کا مالک نہیں ہوگا، اور نہ اسے اپنے عمل کی اجرت کے مطالبہ کا حق ہوگا فقہاء کرام اور ارباب افتاء نے اس کی صراحت کی ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

اب وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما مال فالکسب کله للاب اذا کان الابن فی عیال الاب لکونه معینا له، الا تری انه لو غرس شجره تکون للاب۔ (1)

ترجمہ: باپ بیٹے ایک ہی کاروبار میں مل کر کمائی کر رہے ہوں جب کہ دونوں نے الگ الگ سرمایہ نہ لگایا ہو تو اس صورت میں مکمل آمدنی باپ کی ملک شمار ہوگی اور بیٹے کو باپ کا معاون و مددگار قرار دیا جائے گا بشرطیکہ بیٹا باپ کی زیر عیال ہو جیسے بیٹا باپ کے عیال میں شجر کاری کرے یا کوئی کاشت کرے تو وہ سب باپ کی ملک شمار ہوگا۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

ثم هذا فی غیر الابن مع ابیه؛ لما فی القنیة الاب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئ فالکسب کله للاب ان کان الابن فی عیاله لکونه معینا له الا تری لو غرس شجرة تکون للاب۔ (2)

ترجمہ: باپ کے ترکہ کو تقسیم کئے بغیر سب بھائی اس مشترکہ ترکہ میں کام کریں تو مکمل آمدنی سب کے درمیان برابر تقسیم ہوگی یہ حکم بیٹے کے ساتھ مل کر کام کرنے کی صورت میں نہیں ہوگا قنیہ میں مذکور اس جزئیہ کی وجہ سے کہ باپ

---

(1) الفتاوی الهندیه:2/ 329، الباب الرابع فی شرکة الوجوه وشرکة الاعمال الناشر: دارالفکر۔

(2) رد المحتار علی در المختار: 4/ 325، فصل فی الشرکه الفاسده الناشر: دارالفکر–بیروت۔

بیٹے ایک ہی کاروبار میں مل کر کمائی کر رہے ہوں جب کہ دونوں نے الگ الگ سرمایہ نہ لگایا ہو تو اس صورت میں مکمل آمدنی باپ کی ملک شمار ہوگی اور بیٹے کو باپ کا معاون ومددگار قرار دیا جائے گا بشرطیکہ بیٹا باپ کی زیر عیال رہتے ہوئے شرکت کرے یا کوئی کاشت کرے تو وہ سب باپ کی ملک شمار ہوگا۔

فتاوی ہندیہ اور رد المحتار دونوں میں قنیہ سے نقل کیا گیا ہے اور قنیہ میں یہ عبارت کتاب الشرکۃ باب مسائل متفرقہ ص:193، ط: کلکتہ قدیمی میں موجود ہے۔

درر الحکام میں ہے:

إذا عمل أحد فی صنعة هو وابنه الذی فی عياله واكتسبا أموالا ولم يكن معلوما أن للابن مالا سابقا فكافة الكسب لذالك الشخص ولا يكون لولده حصة فی الكسب بل يعد ولده معينا وليس له طلب اجر المثل۔ (1)

ترجمہ: جب باپ اور اس کی زیر کفالت رہنے والا بیٹا ایک ہی کاروبار میں مل کر کام کریں اور دونوں نے کچھ مال کمایا جبکہ بیٹے کا پہلے سرمایہ لگانا معلوم نہ ہو تو اس صورت میں جملہ آمدنی باپ کی ہوگی اور اس آمدنی میں بیٹا شریک نہیں ہوگا اور نہ اسے اجرت مثلی کے مطالبے کا حق ہوگا بلکہ بیٹے کی حیثیت باپ کے معاون ومددگار کی ہوگی۔

شیخ الاسلام جلال الدین کے حوالہ سے اسی طرح کی بات تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے: ذكر شيخ الاسلام جلال الدين فی اب وابن اكتسبا ولم يكن لهما من الكسب أموال فالكل للأب لأن الابن إذا كان فی عياله فهو معين له۔ (2)

(1) درر الحكام فی شرح مجلة الاحكام: 420/3، الناشر: دارالجيل۔

(2) تنقيح الفتاوى الحامديه:94/1، الناشر: دار المعرفة۔

اکابر ارباب افتاء کی تصریحات

اکابر ارباب افتاء نے بھی مذکورہ صورت میں اسی حکم کی صراحت کی ہے، ملاحظہ ہو!

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

بالغ اور نابالغ بچے جبکہ باپ کے کاروبار میں باپ کے ساتھ شریک رہیں؛ یعنی کام کاج کرتے رہیں؛ لیکن ان کی محنت کا کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا گیا ہو، نہ کبھی انہوں نے اس کا مطالبہ کیا ہو تو تمام آمدنی باپ کی ملک تصور ہوتی ہے، اور اولاد اس کی معین و متبرع قرار دی جاتی ہے۔(1)

فتاویٰ دارالعلوم کا ایک سوال و جواب ملاحظہ ہو!

سوال: زید کے دولڑکے ہیں ان میں سے ایک نے والد کے بڑھاپے میں ان کی عیال سے علیحدہ ہو کر کچھ اموال فراہم کئے، اور دوسرا بیٹا والد ہی کے عیال میں رہ کر اپنی کمائی سے والد پر خرچ کرتا رہا اور کچھ مال و اسباب بھی حاصل کر لئے والد کی وفات کے بعد وہ بیٹا جو علیحدہ ہو گیا تھا باپ کی عیال میں رہنے والے بیٹے کے مال میں سے حصہ طلب کرتا ہے، اور اپنا کمایا ہوا مال و اسباب علیحدگی کی وجہ سے اپنی خاص ملکیت قرار دے کر دوسرے بھائی کو محروم کرتا ہے؟

---

(1) کفایت المفتی: 8/279-280، کتاب الفرائض، ط: زکریا۔

الجواب: جو بیٹا باپ کے عیال میں تھا اس کا کمایا ہوا مال واسباب باپ کے مکسوبہ میں شامل ہو کر باپ کی ملکیت میں ہوگا اور اس کے مرنے کے بعد ترکہ میں شمار ہوگا---اور جو بیٹا باپ کی عیال میں نہیں تھا اس کا کمایا ہوا مال خاص اسی کی ملک ہے۔(1)

امداالاحکام میں ہے:

باپ نے کسی بیٹے کو کچھ رقم ہبۃً نہیں دی نہ سرمایہ دیا، اور نہ بیٹوں کے پاس اپنی ذاتی رقم یا سرمایہ تھا جس کو کاروبار میں ملا کر وہ شریک ہوئے ہوں؛ بلکہ بیٹے ویسے ہی بدون رقم دیئے کام کرنے لگے، تو اس صورت میں یہ شرکت ہی نہیں؛ بلکہ کل سرمایہ زید کی ملک ہے، اور سب لڑکے اس کے معین شمار ہونگے۔(2)

امدادالمفتین میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

الجواب: الأب وابنه يكتسبان فی صنعة واحدة ولم يكن لهما شیء فالكسب كله للأب إلخ۔ صورت مذکورہ میں مشترک سرمایہ کا مالک والد ہے۔(3)

احسن الفتاوی میں ہے: باپ اور بیٹوں کے مشترک کاروبار کی صورت میں تمام ملکیت باپ کی شمار ہوتی ہے؛ لہٰذا باپ اپنی زندگی میں جو تصرف چاہے کر سکتا ہے، اور اس کے مرنے کے بعد اس کے تیسرے بیٹے کو بھی ترکہ میں برابر کا حصہ ملے گا۔(4)

---

(1) فتاویٰ دارالعلوم: 13/77-78، سوال نمبر: ۴۵۔

(2) امداد الاحکام: ۳/۳۳۲، کتاب الشرکة والمضاربة/، ط: کراچی۔

(3) امداد المفتین ص:۶۸۲، کتاب الشرکة، ط: زکریا دیوبند۔

(4) احسن الفتاوی: ۶/۳۹۳، کتاب الشرکة، ط: زکریا دیوبند۔

فتاویٰ حقانیہ میں ہے:

باپ اور بیٹے نے مشترکہ کاروبار سے جو پیسے کمائے ہیں وہ باپ کی ملکیت شمار ہوں گے؛ کیونکہ بیٹا باپ کا معین ومددگار رہوتا ہے۔(1)

مذکورہ عبارات فقہیہ اور اکابر ارباب افتاء کی تحریرات سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اس صورت میں بیٹے کو والد کا معاون ومددگار قرار دیا جائے گا۔

(1) فتاویٰ حقانیہ:٦/٣٣٦، کتاب الشرکة، ط: الحق۔

بیٹے کو معاون قرار دینے کی شرائط

البتہ بیٹے کو باپ کا معاون قرار دینے کے لیے تین شرطیں ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو فقہاء کرام کی صراحت کے مطابق بیٹا باپ کا معاون نہیں ہوگا۔

تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے:

واما قول علمائنا أب وابن يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء ثم اجتمع لهما مال يكون كله للأب إذا كان الابن فى عياله فهو مشروط كما يعلم من عباراتهم بشروط منها اتحاد الصنعة و عدم مال سابق لهما وكون الابن فى عيال ابيه فاذا عدم واحد منها لا يكون كسب الابن للأب۔ (1)

ترجمہ: ہمارے علماء احناف کا یہ قول کہ باپ اور بیٹے جب ایک ہی کاروبار میں مل کر کام کریں اور دونوں کا الگ الگ کوئی سرمایہ نہ ہو پھر آمدنی کی شکل میں دونوں کے پاس کچھ مال جمع ہو تو مکمل آمدنی باپ کی ملک ہوگی بشرطیکہ بیٹا باپ کی زیر عیال ہو یہ قول فقہاء کی عبارات کے مطابق چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔

(۱) دونوں کا کاروبار ایک ہو۔

(۲) پہلے سے الگ الگ کوئی سرمایہ نہ لگا ہو۔

---

(1) تنقيح الفتاوى الحامديه ۲/۱۸، الناشر: دار المعرفة۔

(۳) بیٹا باپ کے زیر عیال ہو۔

اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوگئی تو بیٹے کی کمائی باپ کی ملک شمار نہیں ہوگی۔

شرح المجلہ کی شرح درر الحکام میں ان شرائط کو قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

یوجد ثلاثة شروط لأجل اعتبار الولد معینا لابیه۔

١۔ اتحادالصنعة ،فإذا كان الأب مزارعا والابن صانع احذیة فكسب الأب من المزارعة والابن من صنعة الحذاء، فكسب كل منهما لنفسه ولیس للأب المداخلة فی كسب ابنه لكونه فی عیاله. وقول المجلة (مع ابنه) اشارة لهذا الشرط. مثلا إن زیدا یسكن مع ابی عمرو فی بیت واحد ویعیش من طعام ابیه وقد كسب مالا آخر فلیس لاخوانه بعد وفاة ابیه إدخال ما كسبه زید فی الشركة.

٢۔ فقدان الأموال سابقا. إذا كان للأب أموال سابقة كسبها ولم یكن معلوما للابن أموال بأن ورث من مورثه أموالا معلومة فیعد الابن فی عیال الأب۔

٣۔ ان یكون الابن فی عیال ابیه، اما إذا كان الأب یسكن فی دار و الابن فی دار اخری و كسب الابن أموالا عظیمة فلیس للأب المداخلة فی أموال ابنه بداعی انه لیس للابن مال فی حیاة ابیه۔ (1)

ترجمہ: بیٹے کو باپ کا معاون قرار دینے کے لئے تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(1) درر الحكام فی شرح مجلة الاحكام: 421/3، الناشر: دار الجیل۔

(۱) دونوں کا کاروبار ایک ہو:

لہٰذا اگر باپ کاشت کار ہو اور بیٹا جوتا ساز پھر باپ نے کاشت کاری اور بیٹے نے جوتا سازی سے کچھ مال کمایا تو دونوں میں سے ہر ایک کی کمائی کا تنہا وہ خود مالک ہوگا اور محض اس بنیاد پر کہ بیٹا باپ کی زیر عیال ہے باپ کو بیٹے کے مکسوبہ مال میں دخل اندازی کا حق نہیں ہوگا اور مجلۃ میں "مع ابنه" کی قید سے اس شرط کی طرف اشارہ ہے، مثلاً زید اپنے والد عمرو کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہائش پذیر ہے اور خورد ونوش میں والد کے ساتھ شریک ہے لیکن (دوسرے کاروبار سے) اس نے کچھ دوسرا مال کمایا تو والد کے انتقال کے بعد زید کے دیگر بھائیوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ زید کے مکسوبہ مال کو مشترک قرار دیں۔

(۲) پہلے سے بیٹے کے پاس کوئی مال نہ ہو:

مثلا باپ کے پاس اس کا کمایا ہوا پہلے سے کچھ مال موجود ہو لیکن بیٹے کے پاس کوئی مال نہ ہو بایں طور کہ اسے کسی سے وراثت میں ملا ہو تو اس صورت میں بیٹے کو باپ کے زیر عیال قرار دیکر اس کا مکسوبہ مال باپ کا شمار کیا جائے گا۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ بیٹا باپ کی زیر عیال ہو:

چنانچہ اگر باپ ایک گھر میں رہتا ہو اور بیٹا الگ دوسرے گھر میں اور بیٹے نے الگ رہ کر اپنے لئے بڑی مقدار میں بھی مال کمایا ہو تو باپ کو اپنے بیٹے کے مال میں یہ کہہ کر دخل اندازی کا حق نہ ہوگا کہ بیٹے کے پاس والد صاحب کے زیر عیال رہ کر کمایا ہوا کوئی مال نہیں ہے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ایک دوسری صورت بھی شامی نے لکھی ہے؛ کہ بیٹے کا مال باپ ہی کی ملک ہوتا ہے؛ مگر یہ اس شرط کے ساتھ کہ دونوں ایک ہی صنعت میں شریک ہوں، اور بیٹا باپ

ہی کیساتھ کھانے پینے وغیرہ میں شریک ہو۔(1)

الغرض بیٹے کو معاون محض ماننے کیلئے مذکورہ تینوں شرائط کا اجتماع ضروری ہے اگر کوئی شرط مفقود ہو اور بیٹا مال کمائے تو وہ تنہا بیٹے کا ہی ہوگا۔

تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے:

سئل فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا ومات هل هی لوالده خاصة ام تقسم بین ورثته اجاب هی للابن تقسم بین ورثته علی فرائض الله تعالی حیث کان له کسب مستقل بنفسه۔ (2)

ترجمہ: سوال: بیوی بچوں والا ایک بڑا لڑکا ہے جس کا مستقل ذریعہ معاش ہے جس سے اس نے کچھ مال کمایا پھر اس کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں کیا اس کا متروکہ مال صرف اس کے والد صاحب کا ہوگا یا اس لڑکے کے شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

الجواب: کل ترکہ اسی بیٹے کا مملوک ہوگا جو اس کے شرعی ورثاء کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، کیونکہ اس بیٹے کا الگ سے خود ذریعہ معاش ہے۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

پس قید ان کان الابن فی عیالہ سے معلوم ہوا کہ اگر پسر (بیٹا) علیحدہ رہتا ہو اور باپ کیساتھ شامل نہ ہو تو اس کے پاس جو کچھ مکسوبہ ہے وہ باپ کا ترکہ نہ ہوگا۔(3)

---

(1) امداد المفتین ص ٨٢٤: ط: زکریا۔

(1) تنقیح الفتاوی الحامدیه٢/١٧ الناشر دار المعرفة۔

(2) فتاوی دار العلوم ١٣/٧٧ کتاب الشرکة ط دار العلوم دیوبند۔

شرائط ثلاثہ کی حیثیت

مذکورہ فقہی عبارات اور اکابرین کی تحریرات سے واضح ہوا کہ بیٹے کو معاون قرار دینے کے لئے درج بالا تینوں شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ البتہ یہ قابل تنقیح ہے کہ بیٹے کو معاون محض قرار دینے کیلئے مذکورہ تینوں شرائط کی حیثیت کیا ہے؟

آیا یہ شرائط قرآن وحدیث میں منصوص ہیں یا مبنی برعرف ہیں، یعنی چونکہ مسئلہ کا اصل مدار بطور معاونت کام کرنے پر ہے، اور بالعموم ان امور کے اجتماع کے وقت ہی لڑکے والد کے معاون ہوتے ہیں؛ اس لئے فقہاء کرام نے لوگوں کے عادات واطوار اور عرف کے مطابق ان شرائط کا ذکر کیا ہے؟ یا کتاب وسنت میں صراحۃ منصوص ہیں۔

درحقیقت تلاش بسیار کے باوجود کتاب وسنت میں ان شرائط کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی، اور بندے کے خیال میں یہ شرائط مبنی برعرف ہیں؛ لہٰذا اگر کبھی کوئی شرط مفقود ہو لیکن عرفا بیٹے کو معاون سمجھا جاتا ہو تو کسی شرط کے نہ پائے جانے کے باوجود بیٹے کی حیثیت معاون ہی کی ہوگی؛ کیونکہ مسئلہ کا اصل مدار عرفا بیٹے کے معاون ہونے اور نہ ہونے پر ہے۔

تکملہ ردالمحتار کے اس جزئیہ سے اس پر روشنی پڑتی ہے:

ما اکتسبه الابن یکون لابیه اذا اتحدت صنعتهما ولم یکن مال سابق لهما وکان الابن فی عیال ابیه لان مدار الحکم علی

كونه معينا لابيه۔ (1)

ترجمہ: بیٹے کی کل آمدنی باپ کی مملوک ہوگی بشرطیکہ دونوں کا کاروبار ایک ہو دونوں کا الگ الگ پہلے سے کوئی سرمایہ لگا ہوا نہ ہو اور بیٹا باپ کی زیر عیال ہو اس لئے کہ حکم کا مدار اس بات پر ہے کہ بیٹا باپ کا معاون ہے۔ (اور چونکہ ان شرائط ثلاثہ کے اجتماع کے وقت بالعموم بیٹے کو معاون سمجھا جاتا ہے اس لئے وہ معاون ہوتا ہے۔)

اسی طرح علامہ شامیؒ شرائط ثلاثہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و انظر الی ما عللوا به المسألة من قولهم: لان الابن اذا كان فی عیال الاب یكون معینا له فیما یضع فمدار الحكم علی ثبوت كونه معینا له فیه فاعلم ذلك اھ۔ (2)

ترجمہ: فقہاء نے اس مسئلہ کی جو علت ذکر کی ہے وہ بھی ملحوظ نظر رہنی ضروری ہے (بیٹے کا مال باپ کا مملوک اس لئے ہے کہ بیٹا جب باپ کی عیال میں ہو تو ان صورتوں میں وہ اپنے والد کا معاون ہی ہوتا ہے) الغرض اصل حکم کا مدار اس بات کے ثبوت پر ہے کہ بیٹا اس کسب میں باپ کا معاون ہے یا نہیں ہے۔

نیز حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب نے صنعت واحدہ کی شرط نہ پائے جانے کے باوجود ایک صورت (سب کے اپنی آمدنی والد کو حوالے کرنے کی صورت) میں والد کو اصل مالک اور بیٹوں کو ان کا معین قرار دیا ہے۔ (3)

نیز حضرت تھانویؒ نے بھی عرف اور قرائن ہی کو بنیاد بنا کر اپنے لیے کسب

---

(1) تکمله رد المحتار ۲/۱۱٦، دار الفکر بیروت۔

(2) العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیه ۲/۱۸، الناشر دار المعرفة۔

(3) دیکھئے! فتاوی رحیمیه، کتاب الشرکة: ۵/۸۵، ط احسان دیوبند۔

کرنے کی بات فرمائی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

حالات مختلف ہوتے ہیں جن کی تعیین کبھی تصریح سے کبھی قرائن سے ہوتی ہے، کہیں گھر کے سب آدمی اپنے اپنے لیے کسب کرتے ہیں---وہاں دونوں کو کاسب قرار دے کر عدم امتیاز کے وقت علی السویۃ برابر برابر نصف کا مالک سمجھا جائے گا۔(1)

الغرض مذکورہ شرائط میں سے اگر کوئی شرط مفقود ہو تو محض اس شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے بیٹے کو باپ کا معاون نہ گردانتا کافی نہیں؛ بلکہ اس وقت عرف اور معاشرہ کو دیکھا جائے گا، کہ اس صورت میں لڑکے کی کیا حیثیت شمار کی جاتی ہے؟ معاون کی یا کاسب لنفسہ کی۔

---

(1) امداد الفتاوی: ۳/۵۱۵، سوال:۵۳۲، ط: زکریا۔

عیال کا مفہوم

عیال کا مفہوم ہر علاقے کے طرز معیشت کے اعتبار سے مختلف نہیں ہے بلکہ اس کا ایک خاص اور متعین مفہوم ہے، جو اہل لغت اور فقہاء دونوں کے درمیان متفق علیہ ہے، یعنی بطور سرپرست ونگراں کوئی شخص اپنے بیوی بچوں اور ماتحتوں کی کفالت کرے، ان کی بنیادی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرے، اوران کا مالی بوجھ اٹھائے، خواہ وہ بیوی بچے متکفل کے ساتھ ایک ہی مکان میں سکونت پذیر ہوں یا الگ۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

والعیال کل من یکون فی نفقة انسان سواء کان فی منزله ام فی غیر منزله والحشم بمنزلة العیال کذا فی خزانة المفتین۔ (1)

ترجمہ: عیال کا مصداق ہر وہ شخص ہے جو کسی شخص کی زیر کفالت ہو خواہ اس کے ساتھ اسی گھر میں رہائش پزیر ہو یا دوسرے گھر میں رہتا ہو تقریباً یہی مفہوم حشم کا بھی ہے۔

عیال کی یہی تعریف بعینہ المحیط البرہانی میں بھی ہے۔(2)

---

(1) الفتاوی الهندیة ۲/۳۹۲، الناشر دارالفکر۔

(2) المحیط البرهانی: ٦/٢٨کتاب الوقف، الفصل الثانی عشر فی الوقف

بدائع الصنائع میں ہے:

ومن هو فى عياله، وهو الذى يسكن معه، ويمونه، فيكفيه طعامه، وشرابه، وكسوته، كائنا من كان قريبا، او اجنبيا، من ولده، وامرأته، وخدمه، وأجيره۔ (1)

ترجمہ: کسی کی زیر عیال وہ شخص کہلاتا ہے جو اسی کے ساتھ سکونت پزیر ہو اور وہ شخص اس کے اخراجات کا بار برداشت کرے مثلاً اس کے کھانے پینے لباس و پوشاک وغیرہ جیسی ضروریات کا متکفل ہو خواہ وہ قریبی ہو یا اجنبی مثلاً اپنے بیوی بچے، نوکر چاکر، اجیر و ملازم وغیرہ۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

و المراد بالعيال من يسكن معه حقيقة او حكما لا من يمونه فدخل فيهم الزوجة فان لها ان تدفعها الى زوجها وخرج الاجير الذى لا يسكن معه وانما قلنا او حكما لانه لو دفعها الى ولده الصغير وزوجته وهما فى محلة والزوج يسكن فى محلة اخرى لا يضمن۔ (2)

ترجمہ: عیال سے مراد وہ شخص ہے جو کسی کے ساتھ سکونت پزیر ہو خواہ یہ معیت حقیقتاً ہو یا حکماً اور یہاں عیال سے مراد وہ شخص نہیں ہے جو کسی کی زیر کفالت ہو، لہٰذا اس تعریف کے مطابق عیال میں بیوی بھی داخل ہوگی چنانچہ اگر کسی نے امانت زوجہ کے سپرد کی تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شوہر کو حفاظت کے لئے دے، اور اس تعریف کی رو سے وہ ملازم عیال کی تعریف سے

(1) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ٦/٢٠٧، الناشر: دار الکتب العلمیة۔

(2) البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ٧/٢٧٤، للمودع ان يحفظ الوديعة بنفسه وبعياله، الناشر: دار الكتب الاسلامی۔

خارج ہوگا جو مستأجر کے ساتھ رہائش پزیر نہ ہو۔

اور ہم نے معیت حکمیہ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر کسی شخص نے مال ودیعت اپنی اس بیوی یا بچے کو دے دیا جو دوسری جگہ رہتے ہو اور شوہر کسی دوسری جگہ سکونت اختیار کئے ہو پھر بلا تعدی وہ مال ضائع ہو جائے تو اس صورت میں شوہر ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ آدمی کو اپنے ساتھ رہنے والے لوگوں کو امانت سپرد کرنے کا حق ہے اور یہ لوگ حکماً شوہر کے ساتھ ہی مانے جائیں گے۔

علامہ حدادی قدوری کی شرح میں لکھتے ہیں:

والذی فی عیاله هو الذی یسکن معه ویجری علیه نفقته من إمرأته وولده وأجیره وعبده. (1)

ترجمہ: کسی کی زیر عیال وہ شخص کہلاتا ہے جو اسی کے ساتھ رہتا ہو اور وہ شخص اس کا خرچ برداشت کرتا ہو مثلاً اس کی بیوی بچے غلام ونوکر وملازم وغیرہ۔

فائدہ: عیال کی تعریف میں جو اتحاد سکونت کی قید ہے وہ قید احترازی نہیں ہے؛ بلکہ قید اتفاقی ہے، اور اغلبی ہے؛ کیونکہ آدمی اپنے اہل وعیال میں سے جن کا خرچ اٹھاتا ہے وہ بالعموم آدمی کے ساتھ ہی رہتے ہیں؛ لیکن اگر باپ کسی مصلحت سے بچوں کو الگ کردے اور ان کی مکمل معاشی کفالت کرے تو وہ بھی باپ ہی کے عیال میں شمار کیے جائیں گے؛ جیسا کہ ہندیہ اور المحیط البرہانی میں اس کی صراحت ماقبل میں ذکر کی گئی ہے۔

---

(1) الجوهرة النيرة: 347/1، كتاب الوديعة الناشر: المطبعة الخيرية۔

لغویین کے نزدیک عیال کا مفہوم

عیال کا جو مفہوم فقہاء نے بیان کیا ہے وہی مفہوم ارباب لغت نے بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے:

وعيال الرجل وعيله: الذين يتكفل بهم، وقد يكون العيل واحدا والجمع عالة. قال الاصمعى: عال عياله يعولهم اذا كفاهم معاشهم، وقال غيره: اذا قاتهم وقيل: قام بما يحتاجون اليه من قوت وكسوة وغيرهما۔ (1)

ترجمہ: آدمی کے عیال اور عَیِّلْ وہ کہلاتے ہیں جن کی ضروریات کا آدمی متکفل ہو اور عَیِّلْ کا لفظ کبھی بطور واحد استعمال ہوتا ہے اس صورت میں اس کی جمع عالة ہوگی۔

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں: عَالَ يعوله عيالة عرب اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی شخص کسی کی ضروریات زندگی کا کفیل ہو جائے جبکہ دوسرے بعض حضرات نے فرمایا: صرف خورد ونوش اور کھانے پینے کی ضروریات کی ذمہ داری لے وہ بھی صاحب عیال ہے۔

ایک تیسری رائے یہ ہے کہ جو آدمی جملہ ضروریات زندگی کھانا پینا روٹی کپڑا مکان وغیرہ کی ذمہ داری لے وہ صاحب عیال ہے اور جن کی ذمہ داری لیا ہے ان سب کو اس کی عیال شمار کیا جائے گا۔

---

(1) لسان العرب: 485/11، الناشر: دار صادر بیروت۔

تاج العروس میں ہے:

وعيلك ككيس، و {عيالك مثل كتاب: من تتكفل بهم} و تعولهم، واوية يائية، ولذا اعادها المصنف فی عيل، ايضا، وقال ابن بری: {العيال ياؤه منقلبة عن واو، لانه من} عالهم يعولهم: اذا كفاهم معاشهم. (1)

ترجمہ: عَيِّلٌ بروزن کَيِّسٌ اور عیال بروزن کتاب ان افراد پر بولا جاتا ہے جن کی معاشی کفالت آپ کے ذمہ ہو، تعولہم یہ معتل واوی بھی ہے اور یائی بھی اسی لئے مصنف نے اس لفظ کو عِیْل کے مادہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

ابن بریؒ کی رائے یہ ہے کہ عیال کی یاء درحقیقت واؤ سے بدلی ہوئی ہے؛ کیونکہ اس کی اصل عاله يعولهم ہے، بہرحال یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی آدمی کی معاشی کفالت کرے یعنی اس کی ضروریات زندگی کا متکفل ہوجائے۔

عیال: زن وفرزند جورولڑکے اور دوسرے رشتہ دار وغیرہ جنکا روٹی کپڑا اس شخص نے اپنے ذمہ لیا ہو۔(2)

معجم لغۃ الفقہاء میں ہے:

عيال الرجل: الذين يسكنون معه وينفق عليهم كامرأته وأولاده وغلامه وأمه وأباه الشيخان الفانيان الفقيران۔ (3)

ترجمہ: آدمی کی عیال وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اس کے ساتھ رہائش پزیر

---

(1) تاج العروس من جواهر القاموس:۳۰/۷٤، الناشر دار الهداية۔

(2) لغات کشوری ص: ۳۳۰،ط: دار الاشاعت کراچی۔

(3) معجم لغة الفقهاء: ۱/۳۲۵،الناشر: دار النفائس للطباعة والنشر والتوزيع۔

ہوں اور جن کا نان ونفقہ اس آدمی کے ذمہ ہو، مثلاً بیوی بچے، غلام نیز اس کے بوڑھے ضرورت مند والدین وغیرہ۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فقہاء اور ارباب لغت دونوں کے یہاں عیال کا ایک خاص اور متعین مفہوم ہے؛ یعنی بنیادی ضروریات اور معاشی اخراجات کا تکفل خواہ اتحاد سکونت ہو یا نہ ہو کیونکہ اتحاد سکونت کی قید اغلبی ہے احترازی نہیں ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

البتہ اس پر ایک شبہ ہوسکتا ہے کہ علامہ شامیؒ نے کتاب الرھن کے اندر یہ صراحت کی ہے کہ عیال کا مفہوم متحقق ہونے کے لئے اتحاد سکونت شرط ہے؛ خواہ کفالت ہو یا نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

المعتبر فی کون الشخص عیالا له ان یساکنه سواء کان فی نفقته ام لا کالزوجة والولد والخادم الذین فی عیاله والزوج الاجیر الخاص مشاهرة أو مسانهة لا میاومة، ویجری مجری العیال شریک المفاوضة والعنان، ولا یشترط فی الزوجة والولد کونهما فی عیاله۔ (1)

ترجمہ: کسی شخص کے عیال میں ہونے کا مدار اس بات پر ہے کہ وہ شخص اس آدمی کے ساتھ رہائش پزیر ہو خواہ نان ونفقہ بھی اس کے ذمہ ہو یا نہ ہو جیسا کہ بیوی بچے اور وہ خدام جو اس کے ساتھ رہتے ہوں، نیز شوہر اور اجیر خاص خواہ اس کی تنخواہ ماہانہ ہو، سالانہ ہو، یا پھر یومیہ ہو اور اسی عیال کے حکم میں شرکت معاوضہ اور شرکت عنان کا شریک و پاٹنر بھی ہے، اور بیوی بچوں میں یہ شرط بھی نہیں ہے کہ وہ اس کے زیر کفالت ہوں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا غرر الافکار کے حوالہ سے نقل کردہ یہ جزئیہ صراحۃ اس بات پر دال ہے کہ عیال کا مفہوم صادق آنے کے لئے اتحاد سکونت شرط ہے

(1) ردالمحتار علی الدر المختار: ٥/٤٨٥، کتاب الرهن، الناشر: دار الفکر بیروت۔

معاشی تکفل ضروری نہیں ہے۔

جواب: عیال کی یہ تعریف عام نہیں ہے بلکہ قرائن اور دلائل خارجیہ سے یہ تعریف رہن اور ودیعت کے ابواب کے ساتھ خاص ہے اور عیال کی عمومی اور کلی تعریف وہی ہے جو ماقبل میں فقہاء و لغویین کے حوالہ سے سپرد قلم کی گئی ہے یعنی بنیادی ضروریات اور معاشی اخراجات کا تکفل خواہ اتحاد سکونت ہو یا نہ ہو۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں:

(ويجب) على المرتهن (ان يحفظه بنفسه وعياله) كما في الوديعة۔ (1)

ترجمہ: مرتہن پر شئ مرہون کی حفاظت لازم ہے خود بھی کر سکتا ہے اور اپنے زیر عیال لوگوں سے بھی کرا سکتا ہے۔

یعنی یہاں مسئلہ شئ مرہون کی حفاظت کا چل رہا ہے، اور حفاظت رہن کے موقع پر چونکہ اصل مقصود رہن کی حفاظت ہوتی ہے، اور آدمی جس طرح خود حفاظت کرتا ہے ساتھ میں رہنے والے لوگوں سے بھی حفاظت کراتا ہے؛ اس لئے یہ تعریف عام نہیں ہے۔

بلکہ تحفظ کے قرینہ سے اس طرح کے ابواب کے ساتھ مختص ہے، یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے شریک مفاوضۃ اور شریک عنان، اور اجیر خاص کو بھی عیال میں شامل کیا ہے؛ حالانکہ بالاتفاق یہ لوگ عیال میں داخل نہیں ہے، نیز عیال کا یہی مفہوم صاحب درمختار نے کتاب الایداع میں بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وعياله (كماله وهم من يسكن معه حقيقة او حكما لا من

(1) الدر المختار للحصفكی شرح تنوير الابصار للتمرتاشی: ٦/٤٨٥، الناشر: دارالفكر بيروت۔

يمونه) فلو دفعها لولده المميز او زوجته، ولا يسكن معهما، ولا ينفق عليهما لم يضمن خلاصة وكذا لو دفعتها لزوجها، لان العبرة للمساكنة لا للنفقة. (1)

ترجمہ: عیال بروزن مال وہ لوگ ہیں جو کسی کے ساتھ حقیقۃ یا حکما رہائش پذیر ہوں نہ کہ وہ شخص کہ صرف جس کا خرچ کوئی برداشت کرتا ہو، لہٰذا اگر کسی نے امانت اپنے صبی ممیز کو یا بیوی کو دیدیا حالانکہ وہ نہ تو ان کے ساتھ رہتا ہے اور نہ ان کا خرچ برداشت کرتا ہے تب بھی ہلاکت ہونے کی صورت میں ضامن نہیں ہوگا، اس طرح اگر عورت نے اپنے خاوند کو حفاظت کے لئے دیدیا اور پھر امانت ضائع ہوگئی تو عورت ضامن نہیں ہوگی کیونکہ اعتبار سکونت کا ہے نان ونفقہ کا نہیں۔

اس تعریف کے ذیل میں تکملہ کے مصنف نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ تعریف اسی باب کیساتھ خاص ہے، اور عیال کا اصل مفہوم معاشی تکفل وکفالت ہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

وعياله با لكسر جمع عيل بفتح فتشديد وهو من يقوته، لكن المراد هنا فى تفسير من فى عياله ان يسكن معه سواء كان فى نفقته أو لم يكن۔ (2)

ترجمہ: عیال عین کے کسرہ کیساتھ یہ عیل کی جمع ہے، (یعنی فاء کلمۃ کے فتح اور عین کلمۃ کی تشدید کے ساتھ) عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نان ونفقہ کسی کے ذمہ ہو لیکن خاص اس طرح کے باب میں عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہائش پزیر ہوں خواہ نان نفقہ میں بھی شریک ہوں یا نہ ہوں۔

---

(1) الدر المختار للحصفكى شرح تنوير الابصار للتمر تاشى: ٥/٦٦٤، كتاب الايداع الناشر: دار الفكر. بيروت۔

(2) قرة عيون الاخيار: ١٢/٤٤٨ ط: زكريا ديوبند۔

نیز کچھ سطروں بعد علامہ عینی کے حوالے سے یہ بات ذکر کی ہے کہ حفاظت ودیعت کے قرینے سے صرف اس باب میں عیال کی تعریف میں سکونت کا اعتبار ہے۔ فرماتے ہیں:

نصه (عینی) وتعتبر المسكنة وحدها دون النفقة..... لأن العبرة فی هذا الباب للمساكنة۔ (1)

ترجمہ: علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے کہ یہاں صرف سکونت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ نان ونفقہ کا اس لئے کہ اس باب میں صرف سکونت کا ہی اعتبار ہے۔

الغرض عیال کہ عام تعریف وہی ہے جو اوپر فقہاء کرام اور اہل لغت کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے، اور کتاب الرھن اور کتاب الودیعۃ میں ذکر کردہ عیال کی تعریف حفاظت مرہون اور حفاظت ودیعت کے قرینے سے انہیں ابواب کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(1) تکملة رد المحتار ۱۲/٤٤٩، ط، زکریا۔

کیا اہل وعیال کا مفہوم ایک ہے؟

بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ آل، اہل اور عیال یہ ہم معنی الفاظ ہیں اوران سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔ چنانچہ الموسوعة الفقهية میں ہے:

و المتعارف عليه الآن اطلاق لفظ (الاسرة) على الرجل ومن يعولهم من زوجه واصوله وفروعه. وهذا المعنى يعبر عنه الفقهاء قديما بالفاظ منها: الآل، والاهل، والعيال. (1)

ترجمہ: اب عرفا لفظ اسرہ کا اطلاق آدمی اوراس کے زیر عیال لوگوں پر ہوتا ہے، مثلاً آدمی کے بیوی بچے اصول وفروع یعنی باپ دادا بیٹے پوتے وغیرہ اس مفہوم کو متقدمین فقہاء آل، اہل اور عیال جیسے الفاظ سے تعبیر کرتے تھے۔ بلکہ اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ علامہ سرخسیؒ نے بیان فرمایا ہے۔ آپ شرح السیر الکبیر میں فرماتے ہیں:

وهذا لأن الأهل والعيال مساواة فى الاستعمال عرفا.

پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں: فالآل وأهل البيت فى عرف الاستعمال سواء۔ (2)

لیکن اہل اور عیال کے درمیان تھوڑا سا فرق ہے اور دونوں کے درمیان

---

(1) الموسوعة الفقهية الكويتية: ٤/٢٢٣،صادر عن: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية. الكويت۔

(2) شرح السير الكبير: 312/1، الناشر: الشرقية للإعلانات۔

تساوی کی نہیں؛ بلکہ عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، اور علامہ سرخسی کی عبارت میں جو مساوات کا ذکر ہے اس سے مراد اکثری اور اغلبی ہے؛ کیونکہ "اہل" کے مفہوم کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، اتحاد دار؛ معاشی تکفل، یعنی آدمی کے ماتحتوں میں سے جو اس کے ساتھ رہائش پزیر ہوں، اور اس کی زیر کفالت ہوں، صرف وہی لوگ اہل میں داخل ہیں۔

علامہ سرخسیؒ نے اہل کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

اسم الأهل يتناول كل من يعوله الرجل فی داره وينفق عليه۔(1)

جبکہ عیال کے لئے صرف زیر کفالت ہونا کافی ہے۔

اور اہل کی مذکورہ تعریف میں دونوں قیدیں (فی دارہ، من یعول) احترازی ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ فتاوی ہندیہ کتاب الوقف میں یہ جزیہ مذکور ہے، کہ اگر کسی شخص نے اپنی کوئی چیز فلاں کے اھل کے لئے وقف کی مثلا کہا عبداللہ کے اھل پر یہ وقف ہے تو اس اھل کا مصداق کون لوگ ہوں گے فرماتے ہیں:

وقال ہلالؒ: ولكنا نستحسن فنجعل الوقف على جميع من يعوله ممن يجمعه بيته من الأحرار۔

اس کی اگلی سطر میں فرماتے ہیں:

ولا يدخل عبد الله فيه وكذا من يعوله فی بيت آخر كذا فی الحاوی۔ (2)

ترجمہ: حضرت ہلال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں استحسانا اس وقف میں وہ تمام آزاد مرد وعورت شامل ہوں گے جو عبداللہ کے گھر میں اس کی زیر کفالت

---

(1) شرح السير الكبير:311/1، الناشر: الشركة الشرقية للإعلانات۔

(2) الفتاوى الهندية: 2/392، الناشر: دار الفكر۔

رہتے ہوں لیکن خود عبداللہ اور اسی طرح عبداللہ کی زیر کفالت وہ لوگ جو دوسرے گھر میں رہتے ہوں وہ اس اہل عبداللہ میں داخل نہیں ہوں گے۔

اور اسی سے متصل عیال کی یہ تعریف ذکر کی ہے:

والعيال كل من يكون فى نفقة إنسان سواء كان فى منزله أم فى غير منزله والحشم بمنزلة العيال كذا فى خزانة المفتين. (1)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اہل خاص ہے اس کے لئے اتحاد دار اور معاشی تکفل دونوں ضروری ہیں؛ اور عیال اس کے مقابلہ میں عام ہے جس میں صرف زیر کفالت ہونا کافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(1) الفتاوى الهندية 2/392، الناشر: دار الفكر۔

بیٹا محنت کے ساتھ کاروبار میں سرمایہ بھی لگائے

{۲} بسا اوقات باپ اور بیٹوں کے درمیان کاروبار کی یہ نوعیت ہوتی ہے کہ بیٹا محنت کرنے کے ساتھ بلا کسی معاہدے کے کاروبار میں اپنا کچھ سرمایہ بھی لگاتا ہے اور باہم نفع کا کوئی فیصد متعین نہیں ہوتا، باپ اپنی زندگی میں بیٹے کو جو بھی دے دیتا ہے، بیٹا اس کو لے لیتا ہے؛ لیکن باپ کے انتقال کے بعد سرمایہ لگانے والا بیٹا کاروبار میں اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے، دیگر ورثاء اس کی مخالفت کرتے ہیں، ایسی صورت میں کیا بیٹے کو سرمایہ لگانے کی وجہ سے کاروبار کی ملکیت میں شریک سمجھا جائے گا، یا یہ اس کی طرف سے تبرع ہوگا؟

اگر بیٹے کو شریک قرار دیا جائے گا، تو اس کا تناسب کیا ہوگا، فقہی کتابوں میں مذکور "شرکت" کی تفصیلات کی روشنی میں اس کا حکم واضح فرمائیں، واضح رہے کہ اس صورت میں بیٹا باپ ہی کے عیال میں رہتا ہے۔

جواب: {۲} باپ کے چلتے ہوئے کاروبار میں بیٹا محنت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا کوئی سرمایہ بھی لگا دیتا ہے تو چونکہ عرف وقرائن اور دلالت حال سے اس سرمایہ لگانے کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، اس لئے احکام بھی مختلف ہیں ذیل میں اختصار کے ساتھ کچھ صورتیں اور ان کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

اگر سرمایہ لگانے کی حیثیت متعین ہو

الف: اگر کاروبار میں سرمایہ لگاتے وقت بیٹے نے اس رقم کی حیثیت بھی متعین کردی یعنی سرمایہ بطور قرض یا بطور تبرع یا بطور شرکت ہے تو اس کی صراحت کے مطابق ہی عمل کیا جائے گا، اور لڑکا قرض خواہ، معاون یا شریک قرار دیا جائے گا اور شرکت کی صورت میں حسب معاہدہ لڑکا کاروبار یا اس کے منافع میں شریک ہوگا، اور باپ کی وفات کے بعد بیٹے کا حصہ خاص اسی کی ملک ہوگا، اور والد کے حصے میں دوسری اولادوں کی طرح یہ بھی حق دار ہوگا، اور یہ شرکت عنان ہوگی۔

قال فی البدائع:

أما الأول: وهو الشركة بالأموال: فهو أن يشترك اثنان فی رأس مال، فيقولان اشتركنا فيه، على أن نشتری ونبيع معا، أو شتی، أو أطلقا على أن ما رزق الله عز وجل من ربح، فهو بيننا على شرط كذا، أو يقول أحدهما: ذلک، ويقول الآخر: نعم. (1)

ترجمہ: شرکت بالاموال یہ ہے کہ دو آدمی اپنا اپنا سرمایہ لگا کر شریک ہوں اور وہ یوں کہیں کہ ہم دونوں اس میں شریک ہیں بشرطیکہ ہم ایک ساتھ خرید و فروخت کریں گے یا متفرق طور پر یا دونوں نے مطلقا اس طرح معاملہ کیا کہ اللہ ہمارے کام میں جو نفع بھی دیں گے تو وہ ہمارے درمیان نصف وربع وغیرہ کی شرط کے مطابق ہوگا یا دونوں شریکوں میں سے کوئی ایک اس طرح کہے اور دوسرا صرف اس کو قبول کرلے۔

(1) بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع: 56/6، الناشر: دار الكتب العلميه.

و قال فی الموسوعة:

فشركة الأموال: عقد بين اثنين فأكثر؛ على أن يتجروا فی رأس مال لهم؛ و يكون الربح بينهم بنسبة معلومة سواء علم مقدار رأس المال عند العقد أم لا۔ (1)

ترجمہ: شرکت اموال یہ ہے کہ دو یا زیادہ لوگ معاملہ کریں کہ وہ سب اپنا اپنا سرمایہ لگا کر مشترکہ تجارت وکاروبار کریں اور جو نفع ہوگا وہ ایک متعین تناسب سے ہوگا، خواہ بوقت عقد راس المال کی مقدار معلوم ہو یا معلوم نہ ہو۔

(1) الموسوعة الفقهية الكويتية: 36/26، صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت۔

سرمایہ کی کوئی حیثیت متعین نہ ہو

ب: دوسری صورت یہ ہے کہ باپ کے چلتے ہوئے کاروبار میں سرمایہ لگاتے وقت بیٹے نے کسی قسم کی صراحت ووضاحت نہیں کی، اور نہ والد صاحب سے کسی قسم کا معاہدہ کیا ہو تو اس صورت میں دلالت حال، قرائن اور عرف سے اس رقم کی حیثیت متعین کی جائے گی؛ کیونکہ مبہم اقوال اور مجمل معاملات کی تعیین میں دلالت حال قرائن اور عرف کا بہت بڑا دخل ہے۔

علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المبهم فی باب العبادات ینبغی ارجاعه إلی إیجاب الشارع وفی باب المعاملات إلی المتعارف. (1)

ترجمہ: عبادات میں مبہم امور کو ایجاب شارع کی طرف اور معاملات میں عرف کی طرف لوٹایا جائے گا۔

اگر قرائن سے ثابت ہو کہ سرمایہ بطورِ قرض لگایا ہے یا بطورِ اعانت ہے یا بطور شرکت ہے تو اسی پر محمول کیا جائے گا، مثلاً کاروبار میں خسارہ ہونے لگا پیسوں کی ضرورت پڑی لڑکے نے بلا کسی صراحت کے کاروبار میں پیسے لگا دیئے یا والد کو دے دیئے، اور بعد میں لڑکے نے نہ کبھی اپنی رقم کا مطالبہ کیا اور نہ رقم کی بنیاد پر کسی نفع کا، بلکہ حسب سابق جو کچھ والد خرچ کے لئے دے دیتے لڑکا بلا

---

(1) امداد الأحکام: 28/3، کراچی۔

چوں چراں وہ رقم لے کر اپنی ضروریات میں خرچ کر لیتا تھا، اور گھرانے کے ماحول اور عرف میں بھی یہی سمجھا جاتا تھا کہ لڑکے نے بطور تبرع یہ رقم والد صاحب کو دی ہے، یا ان کے کاروبار میں لگائی ہے، تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ رقم لڑکے کی طرف سے تبرع اور اپنے والد کی معاونت ہوگی، اور والد صاحب کی وفات کے بعد اس لڑکے کا کاروبار میں اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنا، یا دیگر ورثہ سے اس رقم کا مطالبہ باطل ہوگا؛ کیونکہ جب کاروبار اور اس کی ساری آمدنی باپ کے قبضہ وتصرف میں رہی، اس بیٹے نے والد کی حیات میں کبھی اس رقم کا تقاضہ نہیں کیا، اور نہ کسی نفع کا، تو اب والد کی وفات کے بعد اس کا یہ دعویٰ خلاف ظاہر ہونے کی وجہ سے مسموع نہ ہوگا۔

(فرع) رجل تصرف زمانا فی أرض ورجل آخر رأى الأرض والتصرف ولم يدع ومات على ذلک لم تسمع بعد ذلک دعوى ولده فتترک على يد المتصرف لأن الحال شاهد۔ (1)

ترجمہ: ایک شخص ایک زمین میں لمبے عرصے سے تصرف کرتا رہا اور دوسرا شخص زمین اور اس کے تصرفات کو دیکھتا رہا، لیکن اس نے کوئی دعویٰ دائر نہیں کیا اور اسی حال میں اس کا انتقال ہو گیا تو اب اس شخص کے کسی وارث کا اس زمین کی ملکیت کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا بلکہ وہ زمین صاحب تصرف ہی کی مانی جائے گی اس لئے کہ ظاہر حال اس کے لئے شاہد ہے، جبکہ اس کے وارثین کا دعویٰ خلاف ظاہر ہونے کی وجہ سے رد کر دیا جائے گا۔

اور اگر قرائن سے اس رقم کا قرض ہونا معلوم ہو مثلاً لڑکے نے کسی سے قرض لیکر والد صاحب کے کاروبار میں رقم لگائی یا اپنے ہی پاس سے لگائی؛ لیکن

(1) رد المحتار على الدر المختار: 565/5، الناشر: دار الفكر-بيروت۔

والد صاحب سے بعد میں اس نے مطالبہ کیا کہ وہ رقم بطور قرض تھی اس لئے وہ قرض واپس کیا جائے؛ تو اس کے دعوی کو نا قابل التفات نہیں قرار دیا جا سکتا؛ اور محض اس وجہ سے کہ لڑکا باپ کی عیال اور اس کی زیر کفالت ہے اسے معاونت پر محمول نہیں کیا جا سکتا؛ بشرطیکہ اس کا دعویٰ خلاف ظاہر نہ ہو، فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ مملک کا قول معتبر ہوتا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: القول للدافع لأنه أعلم بجهة الدفع، دفع إلى ابنه مالا فأراد أخذه صدق في أنه دفعه قرضا. (1)

ترجمہ: کسی دی ہوئی چیز کی حیثیت میں اختلاف ہو تو تعیین حیثیت کے سلسلے میں معطی کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ وہ دینے کی حیثیت سے زیادہ واقف ہے مثلاً، کسی نے اپنے لڑکے کو کچھ مال دیا پھر باپ یہ کہہ کر کہ اس نے یہ رقم بطور قرض دی تھی واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے تو باپ کی تصدیق کی جائے گی۔

اسی طرح اگر باپ نے بوقت نکاح اپنی بیٹی کو کچھ سامان دیا اور پھر آپس میں اختلاف ہوا باپ کہتا ہے کہ یہ سامان بطور عاریت میں نے دیا تھا اس لئے واپس کیا جائے، اور لڑکی کہتی ہے کہ بطور تملیک آپ نے دیا تھا اس لئے میں اس کی مالک ہوں، تو فقہا کرام نے صراحت کی ہے کہ اگر باپ کا یہ قول خلاف عرف اور خلاف ظاہر نہ ہو تو مالک ہونے کی وجہ سے اسی کا قول معتبر ہوگا۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

هو المملک، فلولا العرف لكان القول قوله. (2)

---

(1) قرة عيون الاخيار لتكملة رد المحتار: 116/8، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت–لبنان۔

(2) رد المحتار على الدر المختار: ۱۵۱/۳، الناشر: دار الفكر-بيروت۔

اگر شرکت کے قرائن پائے جائیں

اور اگر قرائن سے یہ معلوم ہو کہ وہ سرمایہ لڑکے نے بطور شرکت لگایا، بایں طور کہ یا تو خود لڑکا ہی بعد میں اس کی وضاحت کردے اور اس رقم کی بنیاد پر نفع کا مطالبہ کرے، یا پھر قرائن ایسے ہوں مثلاً والد کی زیر عیال اولادوں میں ایک لڑکا زیادہ ضرورت مند ہو، اور باپ یہ چاہتا ہو کہ دیگر اولادوں سے زیادہ اسے پیسے کی ضرورت پڑتی ہے؛ لیکن بلا کسی سبب کے دائما اس لڑکے کو زیادہ دینا دوسرے لڑکوں کی دل شکنی یا باہمی منافرت کا ذریعہ بن سکتا ہے اس لئے والد نے اپنے اس ضرورت مند بیٹے کو ایک ہزار روپیہ ہبہ کر کے یہ کہا کہ کاروبار میں لگا دو اور لڑکے نے لگا دیا، اور اس کے بعد باپ حساب کتاب کے ساتھ بطور نفع اس لڑکے کو زیادہ دیتا رہا اور گھرانے کے ماحول میں بھی یہ سمجھا جاتا رہا کہ یہ لڑکا کاروبار میں شریک ہے، تو اس صورت میں یہ لڑکا کاروبار کے منافع میں شریک ہوگا اور والد صاحب کے وفات کے بعد اپنے حصہ کا مالک ہوگا۔

نیز والد صاحب کے حصہ میں دوسرے ورثہ کی طرح یہ بھی حصہ دار ہوگا؛ لیکن اگر رقم لگاتے وقت باپ نے کوئی حصہ متعین نہیں کیا تھا تو شرکت کی صورت میں چونکہ نفع کی کوئی مقدار متعین نہیں تھی اس لئے جہالت ربح کی وجہ سے یہ شرکت فاسد ہوگی، اور لڑکا صرف اپنے سرمایہ کے تناسب سے حصہ دار ہوگا۔

علامہ کاسانی شرکت کے شرائط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومنها: أن يكون الربح معلوم القدر، فإن كان مجهولا تفسد الشركة؛ لأن الربح هو المعقود عليه، وجهالته توجب فساد العقد كما في البيع والإجارة. (1)

ترجمہ: شرکت کی ایک شرط یہ ہے کہ نفع کی مقدار معلوم ہو کیوں کہ اگر مقدار نفع مجہول ہوگی تو شرکت فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ نفع ہی درحقیقت معقود علیہ ہے اور معقود علیہ کی جہالت سے عقد فاسد ہو جاتا ہے جیسا کہ بیع واجارہ میں۔

و شرط جواز هذه الشركات كون المعقود عليه عقد الشركة قابلا للوكالة، كذا في المحيط وأن يكون الربح معلوم القدر، فإن كان مجهولا تفسد شركة. (2)

ترجمہ: ان اقسام شرکت کے جواز کی شرط یہ ہے کہ عقد شرکت میں معقود علیہ قابل توکیل ہو نیز نفع کی مقدار معلوم ہو؛ لہٰذا اگر مقدار نفع مجہول ہو تو شرکت فاسد ہو جائے گی۔

---

(1) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: ٥٩/٦،الناشر: دار الكتب العلمية.

(2) الفتاوى الهندية: 302/2، الناشر: دار الفكر۔

عقد شرکت میں ایجاب وقبول کا لفظ پایا جانا ضروری نہیں

اور شرکت کی مذکورہ صورت شرکت عقد کی ایک قسم شرکت عنان کی قبیل سے ہوگی؛ کیونکہ اگرچہ یہاں باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں پایا گیا لیکن جس طرح بیع تعاطی میں حکما ایجاب وقبول مانا جاتا ہے دلالت حال اور قرائن سے یہاں بھی حکما مانا جاسکتا ہے۔

(وركنها) أى ما هيتها (الايجاب والقبول) ولو معنى: كما لو دفع له ألفا وقال أخرج مثلها واشتر والربح بيننا. (1)

اس کے ذیل میں علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

أى و قبل الآخر و أخذها و فعل انعقدت الشركة بحر، و قوله و أخذها عطف تفسير: لأن المراد القبول معنى و هو بنفس الأخذ. (2)

ترجمہ: شرکت کا رکن یعنی اس کی ماہیت وحقیقت ایجاب وقبول ہے خواہ یہ ایجاب وقبول حکماً اور معنی ہو مثلاً کسی نے دوسرے کو ایک ہزار روپے دیکر کہا اتنے ہی پیسے آپ بھی ملاؤ خرید وفروخت کرو اور جو بھی نفع ہوگا وہ ہمارے درمیان

---

(1) الدر المختار: 305/6، الناشر: دار الفكر_بيروت۔

(2) رد المحتار على الدر المختار: ۳۰۵/۴، الناشر: دار الفكر_بيروت۔

مشترک ہوگا دوسرے نے پیسے لے لئے تو دوسرے کی طرف سے قبول پالیا گیا اور شرکت منعقد ہو گئی اور مصنف کا قول وأخذها عطف تفسیر ہے جو قبل الآخر کی وضاحت کر رہا ہے کیوں کہ مراد معنی قبول کرنا ہے جو صرف پیسہ لینے سے متحقق ہو جائے گا۔

اعلاء السنن میں علامہ ظفر احمد عثمانی نے باقاعدہ ایک باب ہی قائم کیا ہے۔

"باب جواز الشركة بالإشارة والمعنى دون اللفظ" الفاظ کے تکلم کے بغیر صرف اشارہ اور معنی سے شرکت کا جواز۔

اس باب میں لکھتے ہیں:

و شركة العقد ركنها الإيجاب و القبول..... قال الحافظ فی الفتح: وهذا يدل على أنه كان لا يشترط للشركة صيغة ويكفى فيها بالإشارة إذا ظهرت القرينة وهو قول مالک. (1)

ترجمہ: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شرکت کے لئے الفاظ ضروری نہیں ہیں بلکہ اشارات بھی کافی ہیں جبکہ قرائن اس پر دال ہوں یہی امام مالکؒ کا قول ہے۔

الغرض اگر سرمایہ لگاتے وقت لڑکے نے کوئی صراحت نہیں کی تو پھر دلالت حال، قرائن، گھرانے کا عرف اور بعد کے احوال سے اس رقم کی حیثیت متعین کی جائے گی، محض اس وجہ سے کہ لڑکے کو معاون قرار دینے کے لئے جو تین شرطیں ذکر کی گئی ہیں ان میں سے ایک شرط "فقدان الأموال" نہیں پائی جا رہی ہے اس لئے بیٹا اس صورت میں بہر حال شریک یا قرض خواہ ہوگا، یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ یہ شرائط منصوص نہیں ہیں، مجتہد فیہ اور مبنی بر عرف

(1) إعلاء السنن، كتاب الشركة، 13/67-70، ط: اشرفی دیوبند۔

ہیں، اور ممکن ہے کہ بعض مرتبہ کسی شرط کے نہ پائے جانے کے باوجود بیٹے کو معاون سمجھا جائے جیسا کہ ماقبل میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

مذکورہ صورت کے شرکت عنان ہونے کی تائید امداد الاحکام میں مذکور اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے:

یہاں یہ بات بھی قابل تنبیہ ہے کہ باپ کا بیٹوں کو شریک دوکان کرنا دو طرح پر ہے، ایک یہ کہ بیٹوں کا محض نام دوکان کے شرکاء میں شمار کرلیا جائے یہ شرکت معتبر نہیں ہے اور اس صورت میں اولاد باپ کی معین شمار ہوگی، ان کا مستقل حصہ دوکان میں نہ ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے بیٹوں کو اول کچھ سرمایہ یا نقد روپیہ برعایت شرائط ہبہ تملیکا دے دے اور بیٹے اس سرمایہ یا نقد کو دوکان میں لگا کر شریک ہوں، یہ صورت شرکت کی معتبر ہے.....؛ کیونکہ شرکت عنان الخ۔(1)

(1) امداد الاحكام: 323/3، كتاب الشركة؛ ط: كراچی۔

باپ کے سرمایہ سے کاروبار کرنے کی صورتیں

{۳} کبھی کاروبار کی یہ نوعیت سامنے آتی ہے کہ باپ کے عیال میں رہتے ہوئے باپ کی پونجی اور سرمایہ سے بیٹے کوئی کام شروع کرتے ہیں، باپ کاروبار کی ملکیت اور اس کے منافع میں اپنے کو اور سب بیٹے کو شریک قرار دیتا ہے؛ لیکن باپ عملی طور پر کاروبار میں شریک نہیں ہوتا، اور بیٹوں میں بعض زیادہ محنت کرتے ہیں، بعض کم اور بعض بالکل ہی نہیں؛

ایسی صورت میں اس کاروبار کا مالک کس کو قرار دیا جائے گا؟ باپ یا کاروبار کرنے والے بیٹوں کو یا سب کو؟ نیز باپ کے انتقال کے بعد اس طرح کے کاروبار میں بیٹوں کی باہم کیا حیثیت ہوگی؟ کیا سارے بیٹے کاروبار کی ملکیت اور اس کے منافع میں برابر کے شریک ہونگے، یا بعض بیٹوں کے زیادہ محنت کرنے کی وجہ سے انکا زیادہ حصہ ہوگا۔

جواب: {۳} باپ کی عیال میں رہتے ہوئے باپ کی پونجی اور سرمایہ سے کام کرنے کی بھی کچھ صورتیں ہوسکتی ہیں۔

پہلی صورت:

باپ نے وہ سرمایہ یا پونجی شرائط ہبہ کی رعایت کے ساتھ بیٹوں کو ہبہ کر دیا اور پھر اس سرمایہ سے بیٹوں نے کوئی کاروبار شروع کیا تو اس صورت میں چونکہ

رأس المال بیٹوں کی ملک ہے، اور یہ اپنے لئے کاروبار کر رہے ہیں اس لئے منافع کے مالک بھی وہی ہوں گے، اور والد صاحب کو جو کچھ دیں گے وہ ان کی طرف سے تبرع ہوگا۔

لأن الأصل أن الربح تابع للمال. (1)

دفع لابنه مالا ليتصرف فيه ففعل وكثر ذلك فمات الأب إن أعطاه هبة فالكل له، وإلا فميراث. (2)

ترجمہ: باپ نے اپنے بیٹے کو کچھ مال دیا تا کہ وہ اس سے کاروبار کرے بیٹے نے کام کیا اور مال کثیر مقدار میں کما لیا پھر باپ کا انتقال ہو گیا اب اس صورت میں اگر باپ نے وہ مال بیٹے کو بطور ہبہ دیا تھا تو وہ مال اور اس سے حاصل شدہ کل آمدنی تنہا بیٹے کی ملک ہوگی ورنہ پھر اسے میراث قرار دیا جائے گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولو دفع إلى ابنه مالا فتصرف فيه الابن يكون للأب إلا إذا دلت دلالة على التمليك. (3)

ترجمہ: اگر اپنے بیٹے کو کچھ مال دیا اور بیٹے نے اس میں تصرف کیا تو آمدنی باپ کی ملک ہوگی الا یہ کہ بیٹے کو بطور تملیک مال دینے کا کوئی قرینہ پایا جائے۔

امداد المفتین میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں (سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ باپ نے اپنی ذاتی رقم سے اپنے لڑکوں کو تجارت کا سلسلہ شروع کرا دیا تو کیا اس تجارت اور اس کے نفع میں یہ شخص بھی حق رکھتا ہے؟)

---

(1) مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: 728/1، الناشر: دار احياء التراث العربي۔

(2) الدر المختار للحصفكي شرح تنوير۔ الأبصار للتمرتاشي: 709/5، الناشر: دار الفكر – بيروت۔

(3) الفتاوى الهندية: 329/4، الناشر: دار الفكر۔

الجواب: والد صاحب نے جو مال اپنے لڑکوں کو دیا تھا اگر صراحۃ ان کی ملک کر دیا تھا یا اس کے قرائن موجود تھے کہ بطور تملیک دیا ہے، تب تو وہ مال ان لڑکوں کی ملک ہے، اور اس کا نفع بھی انہیں کی ملک ہے۔(1)

بلکہ اگر والد صاحب نے سرمایہ یا رقم دیتے وقت ہبہ کی صراحت بھی نہ کی ہو؛ لیکن قرائن ہبہ کے پائے جائیں تب بھی ہبہ مان کر (اگر شرائط پائی جائیں) رأس المال اور اس کے منافع کا مالک بیٹوں کو ہی قرار دیا جائے گا؛ کیونکہ ثبوت ہبہ کے لئے قرائن بھی کافی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاوی میں کئی مقامات پر اس کی صراحت کی ہے، فرماتے ہیں:" ہبہ قرائن سے ثابت ہوتا ہے، اگر ایسے قرائن موجود ہوں زوجہ کی ملک ہے ورنہ متوفی کا۔(2)

اسی طرح امداد الاحکام کے ایک سوال وجواب سے اس پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

سوال: زید کی حیات میں اس کے لڑکے عمر نے زید کے سرمایہ سے ایک مکان اور کچھ جائداد صحرائی اپنے نام سے خریدی لیکن مرحوم نے کوئی تعرض نہیں کیا نہ اپنے نام منتقل کرایا---عمر نے اپنے زمانہ ملازمت دس سال میں بزمانۂ حیات زید جو کچھ کمایا وہ بھی بشرکت اپنے والدین کے گھر میں صرف کرتا رہا الخ۔

الجواب: عمر نے جو زمین اپنے والد صاحب کی حیات میں اپنے نام سے خریدی اور باپ نے اس سے تعرض نہیں کیا اور نہ اپنے نام داخل خارج کرایا اور نہ انتقال رسمی کا مطالبہ کیا اور نہ کوئی ثبوت اس امر کا ہے کہ عمر کے نام فرضی بیعانہ کسی مصلحت سے کیا گیا تو اس صورت میں وہ زمین عمر کی ملک قرار دی جائے گی

---

(1) امداد المفتين كتاب الشركة والمضاربة ص: 681، ط: زكريا۔

(2) امداد الفتاوى: 477/3، كتاب الهبه، ط: زكريا۔

اور باپ اس کی آمدنی میں تصرف کرتا رہنا علامت ملک والد نہ ہوگی۔(1)

اس سوال وجواب سے بخوبی واضح ہے کہ بیٹے نے اگرچہ باپ کے سرمایہ سے وہ چیزیں خریدی؛ لیکن قرائن ہبہ کے تھے اس لئے مالک لڑکے کو ہی قرار دیا گیا؛ بلکہ فقہاء کرام نے تو یہاں تک صراحت کی ہے کہ اگر بیٹے نے باپ کے سرمایہ سے اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کوئی چیز خریدی لیکن اپنے لئے خریدی تو اس کا مالک بھی لڑکا ہی ہوگا، زیادہ سے زیادہ باپ کے لئے اتنے سرمایہ کا ضامن ہوگا۔

فتاوی کاملیہ میں ہے:

إذا كان الولد فی عيال أبيه ومعينا له يكون جميع ما تحصل من الكسب لأبيه وما اشتراه ودفع ثمنه من مال ابيه ان كان شرائه لأبيه بأذنه لا يكون له الاختصاص بدون وجه شرعی بل هو خاص بالأب فإن كان شرائه لنفسه ودفع ثمنه من مال ابيه بلا إذنه يكون خاصا به و بدل الثمن مضمون للأب۔ (2)

ترجمہ: جب بیٹا باپ کی زیر عیال اور اس کا معاون ہو تو اس کی جملہ کمائی باپ کی ملک ہوگی بیٹے نے کوئی چیز خریدی اور قیمت کی ادائیگی اپنے باپ کے مال سے کی تو دیکھا جائے گا کہ اگر بیٹے نے یہ خریداری والد کی مرضی واجازت سے ان ہی کے لئے کی ہے تو یہ خالص والد صاحب کی ملک ہوگی لڑکے کو بلا دلیل شرعی اس چیز پر مالکانہ حق حاصل نہ ہوں گے۔

---

(1) امداد الاحکام: ۳۲۵/۳، کتاب الشرکة، ط: کراچی۔

(2) الفتاوی الکاملیة: ۵۱، کتاب الشرکة، ط: قدیمی۔

لیکن اگر لڑکے نے وہ چیز اپنے لئے ہی خریدی ہے اور قیمت والد کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر ادا کیا ہے تو اب یہ چیز خالص لڑکے کے ہوگی، البتہ باپ کے مال سے بلا اجازت جو پیسے ادا کئے ہیں باپ کے لئے ان کا ضامن ہوگا۔ الغرض اگر ہبہ کی تصریح ہو یا اس کے قرائن ہوں تو رأس المال اور اس کے جملہ منافع بیٹوں کی ملک ہوں گے۔

دوسری صورت:

دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے وہ سرمایہ اپنے بیٹوں کو بطور قرض دیا ہو، یعنی یا تو وہ پونجی اور سرمایہ دیتے وقت اس کی صراحت کر دیں یا پھر بعد میں اپنی وہ رقم مانگیں اور یہ دعویٰ کریں کہ میں نے بطور قرض وہ رقم دی تھی اور وہ دعوی خلاف ظاہر نہ ہو تو اس صورت میں وہ سرمایہ اور اس سے حاصل کردہ جملہ منافع بیٹے کی ملک ہوں گے؛ البتہ والد اپنی رقم لے سکتے ہیں۔

قال فی تکملة رد المحتار: القول للدافع لأنه أعلم بجهة الدفع. دفع الى ابنه مالا فأراد أخذه صدق فی أنه دفعه قرضا. (1)

ترجمہ: (اختلاف کی صورت میں) معطی کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ وہ دینے کی حیثیت سے زیادہ واقف ہے چنانچہ اگر باپ نے بیٹے کو کچھ مال دیا پھر یہ کہہ کر کہ میں نے بطور قرض دیا تھا واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے تو باپ کی بات مانی جائے گی۔

قال فی البدائع: و أما حکم القرض فهو ثبوت الملك للمستقرض فی المقرض للحال، وثبوت مثله فی ذمة المستقرض للمقرض للحال. (2)

(1) قرة عيون الأخيار لتكملة رد المحتار: 166/8، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت– لبنان۔

(2) بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع: 396/7، الناشر: دار الكتب العلمية۔

ترجمہ: قرض کا حکم یہ ہے کہ مال مقروض میں علی الفور قرض دار کے لئے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح قرض دہندہ کے لیے قرض دار کے ذمہ میں فوراً قرضہ کے مثل مال کا ثبوت ہو جاتا ہے۔

تیسری صورت:

تیسری صورت یہ ہے کہ باپ نے جو سرمایہ بیٹوں کو دیا ہے وہ ان کو مالک بنا کر نہیں دیا؛ بلکہ اپنے لئے کاروبار کرنے کے لئے دیا ہے، اور والد کی منشاء یہ ہے کہ تنہا وہ لڑکے اس رقم کے مالک نہ ہوں؛ بلکہ اس رقم اور جملہ کاروبار کے منافع میری ہی ملکیت میں رہیں اور جو میں ان بچوں کو دیدوں وہ قبول کرلیں۔ اس صورت میں کاروبار اور اس سے حاصل شدہ آمدنی والد کی ملک ہوگی، اور بیٹوں کو والد کا معین قرار دیا جائے گا، والد کی وفات کے بعد رأس المال اور جملہ منافع ترکہ ہوکر سب ورثہ کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوں گے۔

ففی الهندیه: رجل دفع الی ابنه فی صحته مالا یتصرف فیه ففعل وکثر ذالک فمات الأب إن أعطاه هبة فالکل له، وإن دفع إلیه لأن یعمل فیه للأب فهو میراث. (1)

ترجمہ: ایک شخص نے اپنی صحت کے زمانہ میں اپنے بیٹے کو کچھ مال دیا تا کہ وہ اس سے کاروبار کرے بیٹے نے اس پیسے سے خوب مال کمایا اب باپ کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں اگر باپ نے وہ سرمایہ بیٹے کو بطور ہبہ دیا تھا تو وہ سرمایہ اور اس سے حاصل شدہ جملہ کمائی بیٹے کی ملک ہوگی لیکن اگر باپ نے سرمایہ اس مقصد سے دیا تھا کہ بیٹا باپ ہی کے لئے ان پیسوں میں کمائی کرے تو اب کل مال باپ کی میراث قرار دی جائے گی اور بیٹے کو معاون و مددگار سمجھا جائے گا۔

(1) الفتاوی الهندیة: 392/4، الناشر: دار الفکر۔ وہکذا فی درر الحکام شرح مجلة الاحکام: 354/2، ط: دار الکتب العلمیة بیروت۔

باپ کے نفع میں شریک ہونے کی فقہی تخریج

زیر بحث صورت میں والد کاروبار میں عملی اشتراک کے بغیر بیٹوں کے ساتھ جو مساوی طور پر خود کو نفع میں شریک قرار دیتے ہیں اس کی فقہی تکییف و تخریج دو اعتبار سے ہو سکتی ہے۔

پہلی تخریج:

یا تو یہ توجیہ کی جائے کہ باپ نے بیٹوں کو جو سرمایہ دیا ہے وہ قرض، ھبہ وغیرہ کے طور پر نہیں؛ بلکہ بطور مضاربت ان کے حوالہ کیا ہے جس میں رأس المال کا مالک رب المال ہوتا ہے، اور مضارب نفع میں شریک ہوتا ہے:

أما تفسيرها شرعا فهى عبارة عن عقد على الشركة فى الربح بمال من أحد الجانبين والعمل من الجانب الآخر حتى لو شرط الربح كله لرب المال كان بضاعة ولو شرط كله للمضارب كان قرضا هكذا فى الكافى.

فلو قبض المضارب المال على هذا الشرط فربح أو وضع أو هلك المال بعد ما قبضه المضارب قبل أن يعمل به كان الربح للمضارب والوضيعة والهالك عليه كذا فى المحيط. (1)

ترجمہ: شرعاً عقد مضاربت اس عقد کا نام ہے جس میں فریقین میں سے

(1) الفتاوى الهندية: ۴/۲۸۵، الناشر: دار الفكر۔

ایک کی طرف سے مال اور دوسرے کی طرف سے عمل کی شرط کے ساتھ نفع میں شرکت کا معاملہ ہوتا ہے؛ چنانچہ اگر مکمل نفع صاحب مال کے لئے مشروط ہو تو یہ عقد بضاعت ہوگا اور اگر مکمل نفع مضارب کے لئے مشروط ہو تو یہ رقم بحکم قرض ہوگی۔ کذا فی الکافی

لہٰذا اگر مضارب نے اس شرط کے مطابق مال پر قبضہ کر لیا پھر اس مال سے نفع کمایا یا کچھ نقصان ہوا یا مضارب کے مال پر قبضہ کرنے کے بعد عمل سے پہلے ہی رأس المال ہلاک ہو گیا تو اس صورت میں مکمل نفع مضارب کا ہوگا اور تلف ونقصان کا ذمہ دار رب المال ہوگا؟

لیکن اس صورت میں سوال نامہ کی عبارت" باپ کاروبار کی ملکیت اور اس کے منافع" اس میں ملکیت سے رأس المال مراد لینا صحیح نہ ہوگا؛ کیونکہ مضاربت میں رأس المال کا مالک تنہا رب المال ہوتا ہے۔

دوسری تخریج:

یا پھر یہ کہا جائے کہ باپ نے وہ سرمایہ اپنے بیٹوں کو شرائط ہبہ کی رعایت کرتے ہوئے دیدیا، اور پھر بیٹوں نے بطور شرکت اس کاروبار میں وہ رقم لگائی، اور منافع برابر برابر تقسیم کرتے رہے، تو یہ صورت شرکت عنان کے دائرے میں آکر جائز ہوگی، اور باپ کے عملی طور پر کاروبار میں شریک نہ ہونے سے مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا؛ کیونکہ شرکت عنان میں اگر بوقت معاملہ کسی ایک شریک پر عمل کی شرط بھی لگادی جائے تو اس سے شرکت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا؛ جبکہ بظاہر یہاں والد صاحب کی طرف سے عمل علی احد (کسی ایک شریک پر کام) کی کوئی شرط بھی نہیں ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

إذا شرطا الربح على قدر المالين متساويا أو متفاضلا، فلا شک أنه يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط سواء شرطا العمل عليهما أو على أحدهما. (1)

ترجمہ: جب دونوں شریک بقدر سرمایہ نفع کی شرط لگائیں خواہ دونوں کا سرمایہ برابر برابر ہو یا کم وبیش تو بلا شبہ شرکت کی یہ شکل جائز ہے اور حسب شرط دونوں کے درمیان نفع تقسیم ہوگا خواہ دونوں پر کام کرنے کی شرط ہو یا ان میں سے کسی ایک پر۔

الفقه الاسلامی و ادلته میں ہے:

يجوز فی شركة العنان أن يشترط الشريكان العمل عليهما أو على أحدهما دون الآخر..... وأما الربح فيكون على قدر رأس المال متساوياً أو متفاضلاً. (2)

ترجمہ: شرکت عنان میں جائز ہے کہ دونوں شریکوں میں سے ہر ایک پر کام کی شرط ہو یا صرف ایک فریق پر کام کی شرط ہو دوسرے پر نہ ہو؛ البتہ نفع میں شرکت بقدر سرمایہ ہوگی خواہ برابر برابر ہو یا کم وبیش ہو۔

البتہ اگر بوقت معاملہ "عمل على احد" کی شرط ہو تو یہ اس صورت میں درست ہوگا کہ کام نہ کرنے والے شریک کے لئے نفع کی جو مقدار طے کی گئی ہو وہ اس کے رأس المال کے تناسب سے زیادہ نہ ہو اگر نفع رأس المال کی مقدار سے زیادہ مشروط ہو تو یہ شرکت فاسد ہوگی، اور نفع بقدر رأس المال تقسیم ہوگا۔

---

(1) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: 62/6، الناشر: دار الكتب العلميه۔

(2) الفقه الاسلامیُّ وأدلَّتُهُ: 544/5، الناشر: دار الفكر_سوريَّة_دمشق۔

و كذا لو شرطا العمل على أحدهما وكان الربح للعامل بقدر رأس ماله أو أكثر ولو كان الأكثر لغير العامل أو لأقلهما عملا لا يصح. (1)

ترجمہ: نیز جائز ہے اگر عمل کسی ایک شریک پر مشروط ہو لیکن اس صورت میں کام کرنے والے شریک کے لئے تو نفع کی مقدار اس کے لگائے ہوئے سرمایہ کے بقدر بھی ہوسکتی ہے اور اس سے زیادہ بھی البتہ جو شریک کام نہیں کر رہا ہے یا برائے نام کام کرتا ہے اس کے لئے اس کے سرمایہ سے زیادہ نفع کا تناسب صحیح نہیں ہوگا۔

ہاں اگر بوقت معاملہ "عمل على احد" کی شرط نہ ہو خواہ دونوں کے لئے عمل مشروط ہو یا اس سلسلے میں کوئی معاملہ طے نہ ہوا ہو، اور پھر کوئی ایک شریک تبرعا کام کرے تو اب غیر عامل کے لئے بھی رأس المال سے زیادہ نفع صحیح ہوگا، اور یہ شرکت بھی درست ہوگی۔

و لو شرطا العمل عليهما جميعا صحت الشركة، و إن قل رأس مال أحدهما و كثر رأس مال الآخر و اشترطا الربح بينهما على السواء أو على التفاضل فإن الربح بينهما على الشرط،و الوضيعة أبدا على قدر رؤس أموالهما، كذا في السراج الوهاج.

و إن عمل أحدهما ولم يعمل الآخر بعذر أو بغير عذر صار كعملهما معا. (2)

ترجمہ: دونوں شریکوں پر مل کر کام کرنے کی شرط ہو تو یہ شرکت بھی صحیح ہے

---

(1) رد المحتار على الدر المختار: 312/4، الناشر: دار الفكر، بيروت۔

(2) الفتاوى الهندية: ٢/٣٢٠،الناشر: دار الفكر۔

اب اگر فریقین میں سے ایک کا سرمایہ کم ہو اور دوسرے کا زیادہ ہو اور نفع دونوں کے درمیان برابر برابر ہو یا کم و بیش مشروط ہو تو یہ جائز ہے اور نفع حسب شرط دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔

البتہ نقصان ہمیشہ دونوں بقدر سرمایہ برداشت کریں گے اگر ایک شریک کام کرے اور دوسرا کام نہ کرے خواہ عذر ہو یا بلا عذر تو یہ صورت بھی درست ہے جیسا کہ دونوں کے کام کرنے کی صورت میں۔

قال ابن نجيم:

إن كان الشرط أن يعمل جميعا وشتى فما كان من تجارتهما من الربح فبينهما على شرط عملا أو عمل أحدهما فإن مرض أحدهما ولم يعمل وعمل الآخر فهو بينهما. (1)

ترجمہ: صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر شرکت میں یہ شرط ہو کہ دونوں مل کر یا الگ الگ کام کریں گے تو یہ بھی درست ہے اور تجارت سے جو نفع ہوگا وہ حسب شرط دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا خواہ دونوں کام کریں یا ان میں سے کوئی ایک کام کرے اگر ایک شریک بیماری کی وجہ سے کام نہ کر سکے اور دوسرا شریک کام کرے تو بھی نفع دونوں کے درمیان حسب شرائط تقسیم ہوگا۔

الغرض اس صورت میں بیٹوں کو باپ کے ساتھ شریک قرار دیا جائے گا، اور والد کے انتقال کے بعد سب بیٹے کاروبار کی ملکیت اور اس کے منافع میں برابر کے شریک ہوں گے، محنت یا عمل کے کم زیادہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

---

(1) البحر الرئق شرح كنز الدقائق: ۵/۱۸۸، الناشر: دار الكتاب الإسلامي۔

قال فی الرد: وکذا لو اجتمع إخوة یعملون فی ترکة أبیهم ونما المال فهو بینهم سویة، ولو اختلفوا فی العمل والرای. (1)

ترجمہ: اسی طرح اگر چند بھائی مل کر اپنے والد کے متروکہ مال میں کاروبار کریں اور کاروبار میں ترقی ہو تو جملہ منافع ان سب بھائیوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوں گے اگرچہ سب بھائیوں کا کام اور رائے اور مشورہ یکساں نہ ہو۔

وفی دررالحکام:

کذلک لو کان اخوة اربعة فی عائلة واحدة وسعوا فی تکثیر وتنمیة الأموال الموروثة عن ابیهم فتقسم الأقسام بینهم بالسویة ولا ینظر الی اختلاف عملهم اواختلاف رایهم۔ (2)

ترجمہ: اسی طرح اگر ایک فیملی میں چار بھائی ہوں اور ان سب نے ملا کر اپنے والد کے متروکہ مال کو بڑھانے اور ترقی دینے میں محنت وکوشش کی تو اس صورت میں نفع سب کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور ان کی محنت ورائے مشورہ کا مختلف ہونا قابل لحاظ نہ ہوگا۔

---

(1) رد المحتار علی الدر المختار: ۳۲۵/۴، الناشر: دار الفکر - بیروت.

(2) درر الحکام فی شرح مجلة الاحکام: ۴۲۱/۳، الناشر: دارالجیل۔

مشاع ہبہ کرنا

{۴} باپ اور بیٹے کے درمیان کاروبار کی یہ شکل بھی سامنے آتی ہے کہ باپ اپنے بیٹوں کو ان کا سرمایہ لگائے بغیر مثلاً: اپنی کمپنی میں پرسنٹ کے حساب سے شریک بنالیتا ہے اور عموماً اس طرح کے معاملے کے وقت ملکیت اور منافع میں شرکت کی کوئی صراحت نہیں ہوتی، ایسی صورت میں کیا شریعت کی رو سے بیٹوں کو باپ کے ساتھ اصل کمپنی کی ملکیت میں شریک قرار دیا جائے گا، یا صرف منافع میں شریک مانا جائے گا؟

پھر ملکیت میں شریک قرار دیا جائے یا محض منافع میں شریک سمجھا جائے دونوں صورتوں میں فقہ کی رو سے اس کی کیا توجیہ کی جائے گی کیا یہ سمجھا جائے گا باپ نے گویا بیٹوں کے درمیان کمپنی کی ملکیت پرسینٹ کے حساب سے تقسیم کر کے ہر ایک کو اس کے حصے کا مالک بنادیا اور اگر معاملے کے وقت ملکیت یا منافع میں شرکت کی صراحت ہوجائے، تو اس وقت کیا حکم ہوگا؟

اس جزئی کے جواب میں اس بات کی ضرور وضاحت فرمائیں کہ غیر منقسم اشیاء کے ہبہ میں قبضہ کا تحقق ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو اس میں قبضہ کے تحقق کی صورت کیا ہے؟

جواب: {۴} فقہاء کرام کی صراحت کے مطابق قابل تقسیم چیز میں مشاع کا ھبہ درست نہیں ہے؛ البتہ ناقابل تقسیم چیز کا مشترکہ ھبہ درست ہے۔

قال الكاسانى: (ومنها) أن يكون محوزا فلا تجوز هبة المشاع فيما يقسم. (1)

ترجمہ: صاحب بدائع علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحت ھبہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ شئی موہوب تقسیم شدہ ہو اسی لیے قابل تقسیم چیز میں مشاع و مشترک شئ کا ہبہ درست نہیں ہے۔

قال ابن نجيم:

وقيد المشاع بما لم يقسم لأن هبة المشاع الذى تمكن قسمته لا يصح. (2)

ترجمہ: مشاعا ہبہ کا جواز صرف نا قابل تقسیم چیز کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ قابل تقسیم چیز میں مشترکہ ہبہ درست نہیں ہے اسی طرح کا مضمون درمختار کی درج ذیل عبارات میں بھی ہے۔

وفى الدر المختار:

وشرائط صحتها فى الموهوب أن يكون مقبوضا غير مشاع.

قال إبن عابدين: (قوله مشاع) اى: فيما يقسم. (3)

---

(1) بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع: ٦/١١٩،الناشر: دار الكتب العلمية۔

(2) البحر الرائق شرح كنزالدقائق: ٧/٢٨٦،الناشر: دار الكتاب الاسلامى۔

(3) رد المحتار على الدر المختار: ٥/٦٨٨،الناشر: دار الفكر – بيروت۔

قابل تقسیم اور نا قابل تقسیم کا معیار

البتہ قابل تقسیم اور نا قابل تقسیم کا معیار کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں کتب فقہیہ میں مختلف الفاظ کے ساتھ اس کی توضیح وتشریح منقول ہے۔

علامہ ابن نجیم نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

ثم الحد الفاصل بين ما يحتمل القسمة وما لا يحتملها أن كل ما كان مشتركا بين اثنين فطلب أحدهما القسمة وابى الآخر فإن كان للقاضي أن يجبر الآبى على القسمة فهو ممايحتملها كالدار والبيت الكبير وإن كان مما لا يجبره فهو مما لا يحتملها كالعبد والحمام والبيت الصغير و الحائط. (1)

ترجمہ: قابل تقسیم اور نا قابل تقسیم چیز کے درمیان حد فاصل یہ ہے کہ جو چیز دو لوگوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک شریک بٹوارے اور تقسیم کا طالب ہو جب کہ دوسرا شریک انکار کر رہا ہو تو اگر قاضی منکر کو تقسیم پر مجبور کر سکے تو وہ چیز قابل تقسیم ہے جیسا کہ پلاٹ اور بڑا گھر، اور اگر قاضی تقسیم پر مجبور نہ کر سکے تو وہ چیز نا قابل تقسیم ہوگی جیسا کہ غلام، غسل خانہ، چھوٹا بیڈ روم اور دیوار وغیرہ۔

(1) البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ۷/۲۸۶، الناشر: دار الكتاب الاسلامی۔

علامہ علاء الدین الحصکفیؒ فرماتے ہیں:

(مقسوم ومشاع لا) يبقى منتفعا به بعد ان (يقسم) كبيت وحمام صغيرين. (1)

ترجمہ: یعنی تقسیم کے بعد اگر وہ چیز قابل انتفاع باقی نہ رہے جیسا کہ چھوٹا گھر اور غسل خانہ وغیرہ تو یہ چیز نا قابل تقسیم ہے۔

اسی مضمون کی مزید وضاحت صاحب مجمع الانهر نے کی ہے۔ فرماتے ہیں:

اى ليس من شانه ان يقسم بمعنى لا يبقى منتفعا به بعد القسمة أصلا كعبد ودابة و لا يبقى منتفعا به بعد القسمة من جنس الانتفاع الذى كان قبل القسمة كالبيت الصغير و الحمام. (2)

ترجمہ: تقسیم نہ ہو سکنے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ چیز تقسیم کے بعد بالکل ہی قابل انتفاع نہ رہے جیسے غلام اور چوپایہ وغیرہ یا تقسیم کے بعد اس چیز سے اس نوع کا انتفاع نہ ہو سکے جو تقسیم سے پہلے تھا جیسا کہ چھوٹا گھر اور غسل خانہ وغیرہ۔

صاحب عنایہؒ نے اس سلسلے میں یہ ضابطہ تحریر کیا ہے:

وضابط ذلک أن كل شىء يضره التبعيض فيوجب نقصانا فى ماليته لا يحتمل القسمة وما لا يوجب ذلك فهو يحتملها. (3)

ترجمہ: اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ جزئیت اور تقسیم سے جس چیز میں نقصان واضح ہو یعنی تقسیم سے اس کی مالیت میں غیر معمولی کمی آجائے وہ چیز

(1) الدر المختار للحصكفى شرح تنوير الأبصار: ۵/۶۹۲، الناشر: دار الفكر – بيروت۔
(2) مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر: ۲/۳۵۶، الناشر: دار احياء التراث العربى۔
(3) العناية شرح الهداية: ۹/۲۷، الناشر: دار الفكر۔

نا قابل تقسیم ہے اور اگر تقسیم سے اس طرح کا نقصان واضح نہ ہو تو وہ چیز قابل تقسیم ہے۔

فقہاء کرام کی ذکر کردہ تصریحات کی روشنی میں شرعاً "نا قابل تقسیم" وہ چیز شمار ہوگی جس کی تقسیم یا تو ممکن ہی نہ ہو جیسے غلام (اور آج کے زمانہ میں کمپنیوں کے برانڈس جیسا کہ امداد الاحکام ۳/کتاب الشرکۃ والمضاربۃ میں ہے) یا ممکن تو ہو لیکن تقسیم کے بعد اس سے اس نوع کا انتفاع نہ ہو سکے جو قبل التقسیم تھا؛ جیسے چھوٹا مکان بیت الخلاء وغیرہ یا پھر تقسیم کرنے سے قیمت میں غیر معمولی اور نمایاں کمی آجائے جیسے فیکٹری کمپنی کارخانہ وغیرہ۔

دارالعلوم کراچی کے ایک فتوے کی دارالعلوم دیوبند سے تصدیق

واضح ہو کہ ابھی چند سال پہلے دارالعلوم کراچی سے ایک مفصل فتویٰ جاری ہوا جس میں مالیت میں غیر معمولی کمی آنے کو بنیاد بنا کر لاکھوں کی ملکیت پر مشتمل ایک فیکٹری کے مشترکہ ہبہ کو جائز قرار دیا گیا ہے، فتویٰ کا ضروری حصہ ملاحظہ ہو:

"لہٰذا اس تفصیل کے پیش نظر آپ کے والد صاحب مرحوم نے پانچ بھائیوں کو مساوی طور پر جو فیکٹری ہبہ کی تو اس فیکٹری کا ھبہ ان پانچ بھائیوں کے حق میں صحیح ہو گیا الخ"۔(1)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس فتوے کی تصدیق دار الافتاء دار العلوم دیوبند سے بھی کی گئی ہے۔

تصدیقی الفاظ درج ذیل ہیں:

دارالعلوم کراچی کا منسلکہ فتویٰ ۱۲۸۹۵۶ محررہ ۳۱/۳/۸ھ بغور پڑھا اس فتوے میں مذکور فیکٹری اور اس کے اثاثے کے صحت ھبہ کی بات درست ہے۔(2)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بڑی کمپنی اور فیکٹری جس کی تقسیم سے

---

(1) فتوی ۱۲۸۹۵۶۔

(2) فتویٰ فائل/د۔

قیمت میں نمایاں اور غیر معمولی فرق آجائے وہ بھی شرعا نا قابل تقسیم ہے، اور نا قابل تقسیم شئ کا ہبہ مشاعا بھی درست ہے۔

اس لیے زیر بحث صورت میں کمپنی میں پرسنٹ کے حساب سے اولاد کو شریک کرنے کی یہ توجیہ ہوگی کہ گویا باپ نے کمپنی فیصد کے حساب سے اپنے بیٹوں کو ہبہ کردیا، اور چونکہ کمپنی نا قابل تقسیم ہے اس لیے مشاعا بھی یہ ہبہ درست ہوگیا۔

اور رہا قبضہ تو بیٹوں کا اس کمپنی میں ضروری تصرفات کرنا اور باپ کا منع نہ کرنا یہ تخلیہ ہوکر قبضہ کے قائم مقام ہوگا۔

و قد ذكرنا ان الهبة لا تتم إلا بالقبض، و القبض نوعان: حقيقي و أنه ظاهر، و حكمي و ذلك بالتخلية؛ لأنها إذا كانت بحضرتها فقد تمكنت من قبضها حقيقية، و هو تفسير التخلية. (1)

ترجمہ: ماقبل میں یہ بات مذکور ہے کہ ھبہ کی تکمیل وتمامیت قبضہ پر موقوف ہے۔اور قبضہ کی دوقسمیں ہیں:

(۱) قبضۂ حقیقی اور حسی جس کی حقیقت واضح اور ظاہر ہے۔

(۲) دوسرا قبضۂ حکمی اور معنوی اس کا تحقق تخلیہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ شئ موہوب دونوں کے سامنے ہے تو اس پر حسی اور حقیقی قبضہ کرنے کی قدرت بالفعل موجود ہے اور یہی تخلیہ کا مفہوم ہے۔

نیز ہبۃ المشاع میں اگر چہ قبضہ ضروری ہے لیکن اس میں صورۃ قبضہ بھی کافی

---

(1) المحيط البرهاني في الفقه النعماني: ٢٣٨/٦، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت_لبنان۔

ہے، یعنی محض تخلیہ سے قبضہ مانا جاتا ہے اس سلسلے میں صاحب بدائع نے بہت عمدہ وضاحت کی ہے۔

فرماتے ہیں:

یجوز بیع المشاع وکذا ہبۃ المشاع فیما لا یقسم وشرطہ ہو القبض والشیوع لا یمنع القبض لانہ یحصل قابضا للنصف المشاع بتخلیۃ الکل..... وقبض المشاع قبض قاصر لوجودہ من حیث الصورۃ دون المعنی علی ما بینا الا انہ اکتفی بالصورۃ فی المشاع الذی لا یحتمل القسمۃ للضرورۃ. (1)

ترجمہ: مشترک چیز کی بیع جائز ہے نیز نا قابل تقسیم چیز میں مشترک کا ہبہ بھی درست ہے؛ البتہ صحت ہبہ کی شرط قبضہ ہے اور اشتراک یہ مانع قبضہ نہیں ہے اس لئے کہ کل شئی موہوب پر تخلیہ قبضہ ہونے سے نصف مشترک پر بھی قبضہ ہو جائے گا اور مشترکہ شئی پر قبضہ اگر چہ قبضۂ قاصرہ ہے کیونکہ یہ صورتاً قبضہ ہے نہ کہ حقیقتاً لیکن نا قابل تقسیم مشترک چیز پر بر بناء ضرورت صورۃ قبضہ بھی کافی ہے۔

اور باپ کا کمپنی میں رسمی عمل دخل صحت ہبہ اور تخلیہ کے لیے مانع قرار نہیں دیا جائے گا۔

چنانچہ اس کی تائید درج ذیل جزیئے سے بھی ہوتی ہے:

وہبت المراۃ دارہا من رجل ہو زوجہا وہی ساکنۃ فیہا ولہا امتعۃ فیہا والزوج ساکن معہا یصح؛ لأن مع ما فی یدہا من الدار فی ید الزوج فکانت الدار فی ید الواہب معنی فصحت الہبۃ۔ (2)

---

(1) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ۱۲۰/۶، الناشر دار الکتب العلمیۃ۔

(2) المحیط البرہانی فی فقہ النعمانی: ۲۴۲/۶، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان۔

ترجمہ: عورت نے اپنا ایک گھر جس میں وہ شوہر کے ساتھ رہائش پزیر تھی اور اس کا ساز وسامان اس میں رکھا تھا اپنے شوہر کو ہبہ کر دیا تو یہ ہبہ شرعا درست ہے اس لئے کہ عورت اپنے گھر اور جملہ ساز وسامان کے ساتھ شوہر کے زیر دست ہے تو گھر واہب ہی کے قبضہ میں ہوگا لہٰذا ہبہ درست ہوگا۔

الغرض اس صورت میں سب لڑکے اپنے اپنے حصہ کے بقدر اصل کمپنی اور اس کے منافع میں شریک ہوں گے، اور والد کی وفات کے بعد دیگر ورثہ کا ان کے حصہ میں کوئی حق نہ ہوگا۔

محض کسی کے نام پر کوئی چیز ہونا
ثبوت ملک کیلئے کافی نہیں

{۵} کبھی مشترکہ کاروبار کی یہ شکل ہوتی ہے کہ بیٹے اپنے سرمائے سے ایک کمپنی قائم کرتے ہیں اس میں والد کا کوئی سرمایہ لگا نہیں ہوتا؛ لیکن بیٹے احترام میں کمپنی والد ہی کے نام سے قائم کرتے ہیں، کاغذات میں کمپنی کا مالک والد ہی کو قرار دیا جاتا ہے، اس طرح کی قائم کردہ کمپنی میں شرعا باپ کی کیا حیثیت ہوگی؟

باپ کے انتقال کے بعد اس طرح کے معاملہ میں بھائیوں اور بہنوں میں اختلاف کثرت سے پیش آتے ہیں، بہنوں کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ والد محترم یا تو کاروبار کے اصل مالک تھے یا کاروبار میں شریک تھے؛ لہٰذا کاروبار میں ان کے حصے میں سے ہم کو حق ملے گا، بھائیوں کا یہ کہنا ہوتا ہے کہ کاروبار کے اصل مالک ہم ہی تھے، ہم نے احتراما کمپنی میں والد صاحب کا نام ڈلوا دیا تھا، اس طرح کے نزاع کو شریعت کی روشنی میں کیسے حل کیا جائے گا؟

جواب: {۵} محض کسی کے نام پر کمپنی قائم کرنا یا کوئی چیز خریدنا یا رجسٹرڈ کر دینا یہ سب اسباب ملک میں سے نہیں ہے؛ لہٰذا اگر بیٹوں نے صرف ظاہرداری کے طور پر رسما باپ کا نام ڈالا اور کاغذات میں بھی فرضی طور پر والد کو مالک قرار دیا گیا تھا حالانکہ گھرانے کے عرف و ماحول میں سب لوگ یہ بات جانتے تھے

کہ کمپنی اصل بیٹوں کی ہے، والد کا نام تبرکا ہے تو ایسی صورت میں کمپنی اور اس کے جملہ منافع کے مالک وہ بیٹے ہوں گے جنہوں نے اپنے سرمایہ سے کمپنی قائم کی اور والد کے وفات کے بعد اس کو مال میراث شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس میں بطور ترکہ بہنوں کا کوئی حق ہوگا۔

اعلم ان اسباب الملک ثلاثة: ناقل کبیع وهبة و خلافة کإرث و أصالة، وهو الاستیلاء حقیقة بوضع الید أو حکما بالتهیئة کنصب الصید. (1)

(1) الدر المختار للحصکفی شرح تنویر الأبصار: ٦/ ٤٦٣، الناشر: دار الفکر_بیروت۔

اگر مصلحتاً اسباب ملک کاارتکاب کیا جائے

بلکہ اگر ظاہرداری اور دکھانے کے لئے اسباب ملک میں سے کسی سبب کا بھی ارتکاب کیا جائے اور حقیقۃً انتقال ملک مقصود نہ ہو جس کا ثبوت تصریح سے یا واضح قرینہ سے ہو تو وہاں بھی فقہاء کی صراحت کے مطابق ملک منتقل نہیں ہوگی؛ چہ جائے کہ جہاں کوئی سبب ہی نہ ہو؛ چنانچہ بیع التلجیہ اس کی واضح نظیر ہے، جس میں کسی مصلحت سے عقد کا اظہار ہوتا ہے؛ لیکن عقد مقصود نہیں ہوتی۔

قال الحصکفی:

وبيع التلجئة ويأتى متنا فى الإقرار، وهو أن يظهرا عقدا وهما لا يريد انه يلجأ اليه لخوف عدو وهو ليس بيع فى الحقيقة بل كالهزل. (قوله: بل كالهزل) اى فى حق الاحكام. (1)

ترجمہ: بیع تلجئہ جس کا ذکر کتاب الاقرار کے متن میں بھی آئے گا اس کی حقیقت یہ ہے کہ عاقدین کسی مجبوری کی وجہ سے صرف عقد کا اظہار کریں حالانکہ ان کا مقصد عقد کرنا نہ ہو مثلاً کسی دشمن کا خوف ہو یا کوئی اور مجبوری ہو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ درحقیقت بیع ہی نہیں ہے اور نہ اس پر بیع کے احکام جاری ہوں گے بلکہ یہ ایک طرح کا مذاق ہوگا جس پر ہزل کے احکام جاری ہوں گے۔

---

(1) رد المحتار على الدر المختار: 244/6، الناشر دار الفكر – بيروت۔

بدائع الصنائع میں اس کی مزید وضاحت موجود ہے:

فإن كانت فى انشاء البيع بان تواضعوا فى السر لأمر الجاهم اليه على ان يظهر البيع، ولا بيع بينهما حقيقة و إنما هو رياء وسمعة..... فالبيع باطل فى ظاهر الرواية عن ابى حنيفة، وهو قول ابى يوسف، ومحمد..... ولا يملكه المشترى بالقبض. (1)

ترجمہ: اگر یہ بیع کے ایجاد و ارتکاب میں ہو بایں طور کہ عاقدین نے خفیہ طور پر کسی مجبوری کی وجہ سے اس بات پر اتفاق کرلیا ہو کہ وہ صرف لوگوں کے دکھلانے کے لئے صورۃً بیع ظاہر کریں۔ حالانکہ حقیقتاً ان کے درمیان بیع نہیں ہوگی تو ظاہر الروایہ کے مطابق یہ بیع باطل ہوگی اور یہی صاحبین کا بھی قول ہے؛ نیز اس صورت میں اگر مبیع پر مشتری قبضہ بھی کرلے تو وہ مالک نہیں ہوگا۔

نیز فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ اگر کوئی چیز کسی کے نام کرنے سے مقصود تملیک نہ ہو تو یہ مفید ملک نہیں ہے۔

المحيط البرهانی میں ہے:

وسئل أبو بكر عن رجل له ابن صغير غرس كرما وقال: اغرسه باسم ابنى فهذا لا يكون هبة، قيل: ان قال: جعلته لابنى قال: لا شک فى هذا انه هبة. (2)

ترجمہ: ایک شخص کا ایک چھوٹا بیٹا ہے اس آدمی نے انگور کی بیلیں لگائی اور کہا کہ میں اپنے بیٹے کے نام پر اسے بو رہا ہوں تو یہ ہبہ نہیں ہوگا؛ لیکن اگر اس نے کہا میں نے اسے اپنے بیٹے کے لئے قرار دے دیا تو بلاشبہ یہ ہبہ ہوگا۔

---

(1) بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع: ٥/١٧٦، الناشر: دار الكتب العلمية۔

(2) المحيط البرهانی فى الفقه النعمانی: ٦/٢٣٧، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان۔

اسی طرح علامہ شامیؒ البحر الرائق کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قال فی البحر: قید بقوله: لک؛ لانه لو قال: جعلته باسمک، لا یکون هبة؛ ولهذ قال فی الخلاصة: لو غرس لابنه کرما إن قال: جعلته لابنی، یکون هبة، وإن قال: باسم ابنی، لا یکون هبة. (1)

ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

صرف لڑکوں کے نام جائداد خریدنا ثبوت ہبہ کے لیے ناکافی ہے--- ہبہ کرنے کا ثبوت بہر حال ضروری ہے۔(2)

دوسری جگہ ہے:

سوال: زید نے ایک تجارتی فرم کے نام میں اپنا اور اپنے لڑکے عمرو کا نام ڈالا؛ لیکن عمرو کا کوئی پیسہ وغیرہ زید نے اپنے مال میں شامل نہیں کیا، پھر زید کا انتقال ہوا--- زید کا کل ترکہ ورثہ پر تقسیم ہوگا یا نصف مال عمر کی شرکت میں دیا جائے گا؟

الجواب: اس صورت میں دکان کا کل مال وارثوں پر تقسیم ہوگا؛ کیونکہ فرم میں نام ڈالنے سے شرکت یا ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔(3)

حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: خلاصہ سوال: زید نے کسی مصلحت سے اپنے پیسوں سے اپنے بیٹے عمر کے نام سے کوئی معاش خریدی تو اس کا مالک کون ہوگا؟

---

(1) رد المحتار علی الدر المختار:۶۸۹/۵، الناشر: دار الفکر – بیروت۔

(2) کفایت المفتی: ۱۶۶/۸، کتاب الهبه: ط:زکریا۔

(3) کفایت المفتی:۲۶۹/۸، کتاب الفرائض، ط:زکریا۔

الجواب: رکن بیع کا ایجاب وقبول ہے، جن کے درمیان ایجاب وقبول ہو مبیع اسی کی ملک ہوگی، پس زید نے اگرچہ بمصلحت اپنے بیٹے کے نام سے معاش خریدکی زید کی ہی ملک ہوگی، نظیراس کی بیع تلجیة ہے۔(1)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے والد اگر کسی مصلحت سے اپنے کسی بیٹے کے نام سے مکان خریدے تو وہ بیٹا محض اس کے نام پر خریدنے کی وجہ سے شرعی طور پر اس مکان کا مالک شمار نہیں ہوگا۔(2)

البتہ اگر والد کے نام کمپنی قائم کرنے اور کاغذات میں والد کو مالک قرار دینے سے مقصود حقیقی تملیک ہو یا تو خودلڑکے اس کی تصریح کردیں یا پھر تملیک پر دلالت کرنے والے قرائن پائے جاویں۔

مثلاً لڑکے کاروبار کے جملہ منافع والد کے پاس جمع کرتے ہوں اور والد بااختیار اس میں تصرف کرتے ہوں، بچوں کے خرچ کیلئے پیسے والد ہی دیتے ہوں، اور گھر کے ماحول میں بھی اصل مالک ومختار والد صاحب کو سمجھا جاتا ہو، اور لڑکے بھی اپنے کو والد کا ہاتھ بٹانے والا خیال کرتے ہوں تو ظاہر ہے ایسی صورت میں کمپنی والد ہی کی ملک ہوگی اور ان کی وفات کے بعد ترکہ شمار ہوکر حسب حصص شرعیہ جملہ ورثہ کے درمیان منتقل ہوگی؛ کیونکہ جس طرح ہبہ تصریح سے ثابت ہوتا ہے قرائن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قلت: فقد افاد ان التلفظ بالایجاب والقبول لا یشترط، بل تکفی القرائن الدالة علی التملیک کمن دفع لفقیر شیئا وقبضه،

---

(1) امداد الفتاوی: ۳۶/۳، کتاب البیوع، ط: زکریا۔

(2) فتاوی رحیمیه: ہبہ کا بیان،۵/۳۳۳، ط: الاحسان دیوبند۔

و لم يتلفظ واحد منهما بشئ، وكذا يقع فى الهداية ونحوها فاحفظه، و مثله ما يدفعه لزوجته او غيرها قال: وهبت منک هذه العين فقبضها الموهوب له بحضرة الواهب ولم يقل: قبلت، صح لان القبض فى باب الهبة جار مجرى الركن فصار كالقبول ولوالجية۔ (1)

ترجمہ: میں (علامہ شامیؒ) کہتا ہوں اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ ہبہ کی صحت کے لئے ایجاب وقبول کا تلفظ ضروری نہیں ہے بلکہ تملیک پر دلالت کرنے والے قرائن بھی کافی ہیں، مثلاً کسی شخص نے ایک ضرورت مند کو کوئی چیز دی اس نے اس پر قبضہ بھی کرلیا تو یہ ہبہ درست ہوجائے گا جبکہ عاقدین میں سے کسی نے ایجاب وقبول کا تلفظ نہیں کیا اس طرح کا مضمون هدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔

مثلاً کسی نے اپنی بیوی وغیرہ کو کوئی چیز دی اور کہا میں نے یہ چیز آپ کو ہبہ کیا موہوب لہ نے واہب کی موجودگی میں اس چیز پر قبضہ کرلیا لیکن زبان سے قبول کے الفاظ نہیں کہے تب بھی یہ ہبہ صحیح ہوگیا اس لئے کہ ہبہ میں قبضہ خود رکن کے درجہ میں ہے، لہٰذا یہ قبضہ ہی بمنزلہ قبول ہوگا۔

اسی طرح علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

لو وضع ماله فى طريق ليكون ملكا للرافع جاز فلا يشترط التصريح بالهبه۔ (2)

ترجمہ: اگر کسی نے اپنا کوئی مال راستے میں اس مقصد سے رکھ دیا کہ اٹھانے والا اس کا مالک ہوجائے گا تو ہبہ کا یہ طریقہ بھی درست ہے؛ کیونکہ صحت ہبہ کے لئے ہبہ کی تصریح ضروری نہیں ہے۔

(1) رد المحتار على الدر المختار: ۵/۶۸۸، كتاب الهبة الناشر: دار الفكر البيروت۔

(2) الدر المنتقى: ۳/۴۹۰، كتاب الهبه، ط: فقيه الامت۔

امدادالفتاوی کا ایک سوال وجواب ملاحظہ ہو:

سوال: زید نے بلاتصریح واعلان شرع ودین کے کسی قدر روپیہ عمرو عم حقیقی اپنے کو دیا کہ ایک نشت گاہ اندر زمین اپنی کے بنوالو عمرو نے اس روپئے سے اپنی زمین مملوکہ میں اپنی خشت سے ایک مکان بنالیا اب زید، وارثان عمرو سے بعد وفات عمرو طالب اس زر کا ہے الخ۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید نے جو عمرو کو دیا ہے عند الشرع ہبہ ہے اگرچہ کوئی تصریح نہیں؛ مگر ظاہرا قرینہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے اور ہبہ میں قرینہ بھی تملیک کے لئے کافی ہے۔(1)

اسی طرح قرینہ عرفیہ کی وجہ سے بھی ہبہ کو ثابت کیا گیا ہے؛ چنانچہ فتاوی حقانیہ میں ہے اگر بیٹوں نے اپنی رقومات کے متعلق ہبہ وغیر کی تعیین نہ کی ہوتو قواعد کی رو سے المعروف کالمشروط کے تحت چونکہ عموما اس طرح بیٹے والدین کو بطور ہبہ رقم دیا کرتے ہیں؛ اس لیے رقم والد کی ملکیت متصور ہوگی۔(2)

حاصل یہ کہ ہبہ کے لئے ایجاب وقبول کا تلفظ ضروری نہیں ہے، قرائن دالہ علی الھبہ (ہب پر دلالت کرنے والے قرینے) بھی ثبوت کے لیے کافی ہیں۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: صورت مذکورہ میں جس وقت زمین بیوی کے نام خریدی گئی اگر شوہر کی نیت یہ تھی کہ بیوی کو زمین ہبہ کرتا ہوں، اور پھر بیوی کو اس پر قبضہ مالکانہ بھی دے دیا ہو تب تو زمین بیوی متوفہ کی ہوگی اور اگر زید کی نیت ہبہ کرنے کی نہ تھی؛ بلکہ محض کسی مصلحت سے کاغذات سرکاری میں بیوی کا نام اندراج کرادیا تھا تو اس سے بیوی

---

(1) امداد الفتاوی: ۳/۴۴۶،کتاب الھبہ ط زکریا دیوبند۔

(2) فتاوی حقانیہ: ۶/۳۷۳،کتاب الھبہ۔

مالک نہیں ہوگی۔(1)

اگر کوئی چیز کسی کے نام پر خریدی جائے اس کے متعلق حضرت تھانوی تحریر فرماتے ہیں: ہاں بعض اشیاء میں بوجہ عرف کہ نفس اشتراء سے مشتری لہ کی ملکیت ہوجاتی ہے۔ جیسے چھوٹوں بچوں کے لئے کپڑے بنائے جاویں نہ اس وجہ سے کہ اشتراء لہ موجب ملک ہے بلکہ اس وجہ سے کہ قرائن دال ہے ہبہ پر۔(2)

اسی طرح والد کا نام کمپنی میں ڈلوانے میں اگر ہبہ کے قرائن پائے جاویں تو ملک بہر حال ثابت ہوگی؛ لیکن اس وجہ سے نہیں کہ نام ڈلوانا موجب ملک ہے؛ بلکہ اس لئے کہ قرائن دالہ علی التملیک ثبوت ہبہ کے لئے کافی ہیں۔

(1) امدادالمفتین ص: ۷۰۰، کتاب البیوع، ط: زکریا دیوبند۔

(2) امداد الفتاوی: ۳/۷۳، کتاب البیوع، ط: زکریا دیوبند۔

باپ اپنے سرمایے سے لڑکوں کو
الگ الگ کاروبار کرائے

{٦} یہ شکل بھی بہت معروف ہے کہ بیٹوں کا اگر چہ باپ کے ساتھ رہنا نہیں ہوتا ہے؛ لیکن باپ اپنے ہی سرمایہ سے سب کا الگ الگ کاروبار کروا دیتا ہے اور سب کی کمائی باپ کے پاس آتی ہے، کاروبار میں باپ اور بیٹوں کی کوئی حیثیت متعین نہیں ہوتی، باپ بیٹوں کی ضروریات کے تناسب سے ان کو رقم دیتا رہتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آمدنی باپ کے پاس نہیں آتی، بیٹے باپ کی راہنمائی میں کاروبار کرتے ہیں، اس طرح کے کاروبار میں باپ اور بیٹوں کی شرعاً کیا حیثیت ہوگی؟

جواب: {٦} والد نے اپنی زندگی میں جو ہر بیٹے کو سرمایہ دیکر الگ الگ کاروبار کرا دیا ہے تو اگر باپ نے وہ سرمایہ انہیں ہبہ دیا تھا اور قابض و مالک بنا دیا تھا یا تو ہبہ کی تصریح کر دی تھی یا پھر اس پر قرائن موجود تھے، مثلاً کاروبار کی آمدنی و منافع بیٹے خود ہی رکھ لیتے تھے، والد کو بقدر ضرورت دیتے تھے یا یہ کہ کاروبار کی کل یا اکثر آمدنی والد ہی کو دیتے تھے؛ لیکن مقصد یہ ہوتا تھا کہ والد بحیثیت نگراں و سرپرست اس رقم سے ہمارے مستقبل کے لیے تصرفات کریں، اور نہ ہی والد بیٹوں سے کاروبار کی آمدنی کا مالکانہ طور پر مطالبہ کرتے تھے، تو ایسی

صورت میں وہ سرمایہ اور اس سے حاصل شدہ آمدنی کے مالک بیٹے ہی ہوں گے، اور جو کچھ انہوں نے والد کو خرچ کے لیے دیا وہ ان کی طرف سے تبرع ہوگا، اور والد کے انتقال کے بعد کاروبار اور اس کی آمدنی کو مرحوم کا ترکہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

لیکن اگر صورت حال یہ ہو کہ والد نے جو سب کو الگ الگ کاروبار شروع کرایا وہ اس لئے کہ سب بیٹے الگ الگ والد کے لئے کاروبار کریں اور سب کی کمائی والد صاحب کے پاس آئے، پھر والد صاحب بچوں کی ضروریات کے لئے اپنے پاس سے جو رقم دیدیں وہ صرف ان کی ہو اور باقی جملہ آمدنی پر والد صاحب مالکانہ تصرف کریں، نیز کمپنی اور کاروبار کی اصل دیکھ ریکھ، حساب وکتاب اور مالکانہ حقوق والد صاحب کو ہی حاصل ہوں تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اصل مالک والد صاحب ہی ہوں گے، اور بیٹوں کو والد صاحب کا معین قرار دیا جائے گا، اور والد کی وفات کے بعد اصل کاروبار اور جملہ منافع مرحوم کا ترکہ بن کر جملہ ورثہ کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوں گے۔

ان دونوں صورتوں کی دلیل ذیل کے جزئیات ہیں:

ولو دفع الی ابنه مالا فتصرف فيه الابن يكون للاب الا اذا دلت دلالة على التمليک، كذا فی الملتقط رجل دفع الی ابنه فی صحته مالا يتصرف فيه ففعل وكثر ذلک فمات الاب ان اعطاه هبة فالكل له، وان دفع اليه لان يعمل فيه للاب فهو ميراث. (1)

القول للدافع لانه اعلم بجهة الدفع، دفع الی ابنه مالا فاراد اخذه صدق فی انه دفعه قرضا. (2)

---

(1) الفتاوى الہندیه: ۴/۳۹۲،الناشر: دارالفکر۔

(2) قره عين الاخيار لتكمله ردالمحتار: ۸/۱۱۲،الناشر: دار الفكر للطباعه والنشر والتوزيع، بيروت–لبنان۔

امدادالمفتین کا ایک سوال وجواب ملاحظہ ہو!

سوال: ایک شخص نے اپنی ذاتی رقم سے اپنے لڑکوں کو تجارت کا سلسلہ شروع کرادیا اور چند سال کے بعد اس شخص نے وہ کل رقم واسطے ضروریات شادی انہی لوگوں کے ان سے واپس لے لی اس شخص کو اس تجارت میں کوئی حصہ پہونچتا ہے۔ الخ

الجواب: والد نے جو مال اپنے لڑکوں کو دیا تھا اگر صراحتاً ان کی ملک کر دیا تھا یا اس کے قرائن موجود تھے کہ بطور تملیک دیا ہے تب تو وہ مال ان لڑکوں کی ملک ہے اور اس کا سارا نفع بھی انہی کی ملک ہے، اصل راس المال جو واپس لیا گیا وہ بھی ان کا تبرع تھا باپ کو بحیثیت شرکت ان سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔(1)

اسی طرح حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں: صورت مسئولہ میں آپ کے والد نے مشین آپ کو تملیکا دے دی اور اس کے قرائن بھی موجود ہیں اسی طرح انہوں نے اپنے دوسرے بیٹے کو رکشہ دلوایا اور اس کو بھی مالک بنا دیا اور آپ دونوں بھائی اپنی اپنی آمدنی اپنے پاس رکھتے تھے والد کو صرف ماہانہ خرچ دیتے تھے، تو اس صورت میں آپ نے اور آپ کے بھائی نے جو کچھ آمدنی حاصل کی اس کے آپ اور آپ کے بھائی مالک ہیں آپ کی آمدنی میں دوسروں کا حق نہیں ہے۔(2)

---

(1) امدادالمفتین ص: ٧٦٠، ط: زکریا۔

(2) فتاوی رحیمیه: ٣٤٠/٥، ہبہ کا بیان، ط: دیوبند۔

شرکت ملک اور اس کا حکم

{ ۷ } والد کے انتقال کے بعد کبھی ایسا ہوتا ہے کہ والد کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا، مرحوم باپ کے بیٹوں کا رہن سہن ایک ساتھ رہتا ہے، والد کے پرانے کاروبار کو بعض بیٹے سنبھال لیتے ہیں اور اس سے حاصل شدہ آمدنی سے پورے گھر کا خرچ چلتا ہے، ایسی صورت میں انتقال کے بعد کاروبار میں جو اضافہ ہوتا ہے، کیا وہ سب ورثاء کے مابین ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا یا اضافہ شدہ کاروبار کے صرف وہی بیٹے مالک ہوں گے جنہوں نے والد کے انتقال کے بعد کاروبار سنبھالا ہے۔

اگر اضافہ شدہ کاروبار اور اس سے حاصل شدہ جائداد وغیرہ کا صرف کاروبار کرنے والے بیٹوں کو مالک قرار دیا جائے، تو اس پر بہنوں کو اعتراض ہوتا ہے اور اگر سب کو برابر کا مالک قرار دیا جائے، تو کاروبار کرنے والے بیٹوں کی محنت ضائع ہوتی ہے؟

جواب: { ۷ } اصل جواب سے پہلے بطور تمہید عرض ہے کہ شرکت کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں: (۱) شرکت عقد (۲) شرکت ملک، پھر شرکت عقد میں مفاوضہ، عنان، وجوہ وغیرہ ہیں، اور شرکت ملک کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱) اختیاری (۲) اضطراری

شرکت ملک کا مطلب یہ ہے کہ باقاعدہ کسی معاملہ اور عقد کے بغیر دو یا دو

سے زیادہ لوگ کسی چیز میں شریک ہو جائیں، اگر شرکت کا سبب اختیاری ہوتو شرکت ملک اختیاری اور اگر سبب اضطراری ہوتو شرکت ملک اضطراری ہے، شرکت ملک کا حکم یہ ہے کہ اس میں ہر شریک دوسرے کے حق میں بالکل اجنبی ہوتا ہے؛ یعنی دوسرے کے حصے میں اس کی مرضی کے بغیر تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔

شركة الملك ان يملك اثنان عينا ارثا او شراء وكل اجنبى فى قسط صاحبه ۔ الكنز: قال ابن نجيم: اى وكل واحد منهما اجنبى فى نصيب صاحبه حتى لا يجوز له ان يتصرف فيه الا باذنه۔ (1)

ترجمہ: شرکت ملک یہ ہے کہ دولوگ کسی چیز کے مشترکہ طور پر مالک ہوں خواہ وراثت کی وجہ سے یا خریدنے کی وجہ سے اس میں ہر شریک دوسرے کے حصے میں بحکم اجنبی ہوتا ہے علامہ ابن نجیمؒ اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی ہر شریک اپنے ساتھی کے حصے میں اجنبی بایں معنی ہے کہ اس کے لئے دوسرے شریک کی مرضی واجازت کے بغیر اس کے حصہ میں تصرف کرنا درست نہیں ہے۔

شركة الملك وهى ان يتملك رجلان شيئا من غير عقد الشركة بينهما ---- وحكمها --- ولا يجوز لاحدهما ان يتصرف فى نصيب الاخر الا بامره، وكل واحد منهما كالاجنبى فى نصيب صاحبه۔ (2)

ترجمہ: شرکت ملک یہ ہے کہ دولوگ آپس میں باقاعدہ شرکت کا معاملہ

(1) كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۵/۱۸۰، الناشر: دارالكتاب الاسلامى۔

(2) الفتاوى الهنديه: ۲/۳۰۱، الناشر: دار الفكر۔

کئے بغیر کسی چیز کے مشترکہ طور پر مالک ہوجائیں اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے کسی شریک کے لئے دوسرے کے حصہ میں بلا اجازت تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حصے میں بحکم اجنبی ہے۔

تقسیم ترکہ سے پہلے کاروبار کرنے کی صورتیں

زیر بحث صورت جس میں والد کے انتقال کے بعد بعض بیٹے تقسیم میراث سے پہلے والد کا کاروبار سنبھالتے ہیں اس کاروبار سے مشترک طور پر گھر کے اخراجات پورے کئے جاتے ہیں تو اس طرح تقسیم ترکہ سے پہلے کاروبار کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

(ا) دوسرے ورثہ کی مرضی اور اذن کے بغیر ان کے علی الرغم بعض ورثہ کاروبار میں تصرف کریں اور اور والد کا کاروبار سنبھالیں؛ جبکہ بعض ورثا تقسیم پر مصر ہوں، اس صورت کا تفصیلی حکم اگلے سوال کے ذیل میں آرہا ہے۔

سب بالغ ورثاء کی مرضی سے کاروبار ہو

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ بعض ورثہ جو بدستور کاروبار کو جاری رکھتے ہیں وہ دوسرے تمام ورثہ کی رضامندی اور مرضی سے ایسا کرتے ہیں، اب یہ رضامندی کبھی تو صراحۃ ہوتی ہے اور کبھی دلالۃ وعرفا اجازت ہوتی ہے؛ بایں طور کے یہ تصرفات جملہ ورثہ کے سامنے ہوتے ہیں انہیں اس کا علم ہوتا ہے لیکن پھر بھی کسی طرح کی ناراضگی یا عدم رضامندی ظاہر نہیں کی جاتی اور نہ ترکہ تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

ایسی صورت میں کاروبار کے جملہ منافع میں تمام ورثہ کا حق متعلق ہوگا، اور اصل رقم اور اضافہ شدہ منافع جملہ ورثہ کے درمیان بطور میراث تقسیم ہوں گے۔

اذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بين جميع الورثة فی الاراضی المورثة او فی اراضی الغير باذن الورثة الآخرين او اذن وصيهم او باذن القاضی اذا كان الورثة صغارا فتكون الحاصلات مشتركة بينهم جميعا۔ (1)

ترجمہ: اگر کچھ ورثاء نے جملہ ورثاء کے درمیان مشترک غلے کو موروثی زمین میں یا دوسرے کی زمین میں بویا اور یہ تخم ریزی دوسرے ورثاء کی اجازت سے ہو نیز ورثاء کے نابالغ ہونے کی صورت میں ان کے وصی یا قاضی کی اجازت سے ہو تو اس صورت میں پیداوار سب ورثاء کے درمیان مشترک ہوگی۔

---

(1) درر الحكام فی شرح مجلہ: ۵۱/۳،الناشر: دارالجيل۔

نیز کاروبار سنبھالنے والے بھائی بھی سب برابر کے شریک رہیں گے، اگر چہ کوئی محنت کم کرے یا زیادہ۔

قال ابن عابدین: وكذا لو اجتمع اخوة يعملون فى تركة ابيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا فى العمل والرائ۔ (1)

و فى درر الاحكام:

كذلک لو كان اخوة اربعة فى عائلة واحدة وسعوا فى تكثير وتنمية الاموال الموروثة عن ابيهم فتقسم الاقسام بينهم بالسوية ولا ينظر الى اختلاف عملهم او اختلاف رايهم۔ (2)

ترجمہ: اگر ایک فیملی میں چار بھائی ہوں اور سب نے مل کر والد کے مال میراث کے بڑھانے اور فروغ دینے میں کوشش کی تو اس صورت میں سب بھائی برابر کے حصے دار ہوں گے اور ان کے عمل و کوشش کے مختلف ہونے کو نہیں دیکھا جائے گا۔

فتاوی دارالعلوم میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اگر باپ کے ترکہ میں کئی بھائی تجارت اور کاروبار کریں اور اس کو بڑھاویں تو سب بھائی اس میں برابر کے حصے دار ہوں گے، اگر چہ ان کا عمل اور کوشش مختلف ہو۔(3)

(1) رد المحتار على الدر المختار: ۴/۳۲۵، الناشر دارالفكر _بيروت۔

(2) درر الاحكام فى شرح مجلة الاحكام: ۳/۴۲۱، الناشر: دارالجيل۔

(3) فتاوى دار العلوم: ۱۳/۷۵، شرکت اور بٹوارہ کا بیان، ط: دارالسلام۔

نیز علامہ شامی نے قدرے تفصیل کیساتھ اس شکل کو ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

يقع كثيرا فى الفلاحين ونحوهم ان احدهم يموت فتقوم اولاده على تركته بلا قسمة ويعملون فيها من حرث و زراعة وبيع وشراء واستدانة ونحو ذلك، وتارة يكون كبيرهم هو الذى يتولى مهماتهم ويعملون عنده بامره وكل ذلك على وجه الإطلاق والتفويض، لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولا بيان جميع مقتضياتها مع كون التركة اغلبها أو كلها عروض لا تصح فيها شركة العقد، ولا شك ان هذه ليست شركة مفاوضة، خلافا لما افتى به فى زماننا من لاخبرة له بل هى شركة ملك كما حررته فى تنقيح الحامديه.

ثم رأيت التصريح به بعينه فى فتاوى الحانوتى، فإذا كان سعيهم واحدا ولم يتميز ما حصله كل واحد منهم بعمله يكون ما جمعوه مشتركا بينهم بالسوية وان اختلفوا فى العمل والرأى. (1)

ترجمہ: کسانوں وغیرہ میں بکثرت یہ شکل ہوتی ہے کہ کسی کے انتقال کے بعد اس کی اولاد ترکہ تقسیم کئے بغیر ترکہ میں ہی کام کاج کرتے ہیں یعنی کھیتی باڑی، خرید و فروخت قرض وغیرہ۔ بسا اوقات بڑا بھائی ہی ان سب امور کی ذمہ داری لیتا ہے اور چھوٹے بھائی اس کے حکم سے اس کی زیر نگرانی کام کرتے ہیں اور یہ سب باہمی رضامندی اور سب کی مرضی سے ہوتا ہے۔

لیکن نہ تو شرکت مفاوضہ وغیرہ کی تصریح ہوتی ہے نہ اس کے مقتضیات و مفاہیم کی وضاحت ہوتی ہے بلکہ اکثر و بیشتر کل ترکہ یا اس کا بیشتر حصہ از قبیل

---

(1) رد المحتار على الدر المختار: ٤/٣٠٤، الناشر: دار الفكر-بيروت۔

عروض ہوتا ہے جس میں شرکت عقد درست نہیں ہوتی اس لئے بلا شبہ یہ صورت شرکت مفاوضہ کی نہیں ہے۔

اگر چہ ہمارے زمانے میں بعض ناواقف لوگوں نے اس کے شرکت مفاوضہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے، درحقیقت یہ صورت شرکت ملک کے زمرے میں آتی ہے جیسا کہ میں نے تنقیح الفتاوی الحامدیۃ میں اس کو منقح کیا ہے، پھر بعینہ اس کی تصریح میں نے فتاوی حانوتی میں دیکھی۔

الغرض جب سب کی کوشش متحد ہے اور ہر ایک کے محنت وعمل سے حاصل شدہ کمائی ممتاز وجدا گانہ نہیں ہے تو جو کچھ کمائی ہوگی وہ سب ورثاء کے درمیان برابر تقسیم ہوگی اگر چہ کوشش وعمل سب کی یکساں نہ ہوں۔

الغرض اس صورت میں کاروبار اور اضافہ شدہ منافع جملہ ورثاء کے درمیان مشترک ہونگے، اور حسب حصص شرعیہ ان پر تقسیم ہونگے نیز سب بھائی برابر برابر حقدار ہونگے اور یہ سوال کہ اس میں محنت کرنے والوں کی محنت کا ضیاع لازم آتا ہے صحیح نہیں؛ کیونکہ اگر یہ لوگ کاروبار کو ترقی نہ دیتے اور اسمیں اضافہ نہ کرتے تو انھیں اتنا ترکہ نہ ملتا جتنا کہ اب مل رہا ہے نیز یہ شرکت ملک جس میں ہر شریک کو کسی وقت بھی معاملہ ختم کرنے اور کاروبار سے الگ ہونے کا اختیار تھا؛ لیکن جب کاروبار سنبھالنے والوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی اور برابر اسی میں لگے رہے تو اس محنت پر وہ خود راضی ہیں، اور بسا اوقات بہت سی مصلحتیں اس کی مقتضی ہوتی ہیں، اس لئے محنت ضائع نہیں ہوئی۔

قبل التقسیم ترکہ سے رقم لے کر کاروبار کرنے کی صورتیں

{۸} کبھی ترکے کی تقسیم سے پہلے بعض بیٹے والد کی متروکہ رقم لے کر اپنا کوئی کاروبار شروع کر دیتے ہیں، اس رقم سے ہونے والے کاروبار کی شرعا کیا حیثیت ہوگی؟ کیا رقم کی حیثیت کی تعیین میں ورثاء کی رضا مندی وعدم رضا مندی کا کوئی فرق ہوگا؟

جواب: {۸} تقسیم ترکہ سے پہلے کوئی وارث ترکہ میں سے کچھ رقم لیکر اپنا کوئی کاروبار کرتا ہے تو دیگر ورثاء کی رضا مندی اور عدم رضا مندی کے اعتبار سے اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

پہلی صورت:

جس وارث نے تقسیم میراث سے پہلے رقم لیکر اپنا ذاتی کاروبار شروع کیا اس نے دیگر ورثاء کی اجازت حاصل نہیں کی نہ صراحۃ نہ دلالۃ؛ بلکہ ان کے علی الرغم اپنا کاروبار شروع کیا ایسی صورت میں کاروبار کے نفع نقصان کا تنہا یہ شخص ذمہ دار ہوگا اگر کاروبار میں نفع ہوتا ہے تو اسی کا ہوگا دوسرے ورثاء کو مطالبہ کا حق نہ ہوگا اور اگر خسارہ ونقصان ہوتا ہے تو اسی کو بھگتنا پڑے گا؛ البتہ اگر اس شخص نے ترکہ کی رقم اپنے حصے کی بقدر لی ہے یعنی جتنا حصہ شرعی اسے میراث میں ملتا اتنا ہی

لیا ہے تو ایسی صورت میں چونکہ یہ اس رقم کا مالک ہے اور المالک یتصرف فی ملکه کیف یشاء (مالک اپنی مملوکہ چیز میں حسب مرضی تصرف کرسکتا ہے) کا ضابطہ مشہور ہے؛ لہٰذا اپنے ملک سے حاصل شدہ منافع میں دوسروں کا کوئی حق نہیں ہوگا اور پورا کا پورا نفع اس کے لئے حلال ہوگا۔

لیکن اگر اس نے اپنے حصہ میراث سے زائد رقم لیکر کاروبار کیا ہے تو چونکہ ترکہ میں سب ورثہ کی شرکت شرکت ملک ہوتی ہے جس میں ہر وارث دوسرے کے حصہ میں اجنبی اور ممنوع التصرف ہوتا ہے؛ لہٰذا دوسرے ورثہ کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ لینا اور اس میں تصرف کرنا یہ بحکم غصب ہوگا؛ اس لئے کاروبار میں نقصان کی صورت میں ان کے حصہ کا ضامن بنے گا، اور نفع کی صورت میں اگر چہ یہ نفع اس کی ملک ہوگا کیونکہ منافع غصب کا مالک غاصب ہی ہوتا ہے لیکن کسب خبیث ہونے کی وجہ سے ورثہ کے حصہ کے بقدر صدقہ کرنا یا ورثہ کو لوٹانا واجب ہوگا۔ ذیل کی جزئیات سے مذکورہ بالا دعوے کا ثبوت ہوتا ہے۔

شرح مجلہ میں ہے:

إذا أخذ الورثة مقدارا من النقود من التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه فخساره يعود عليه، كما انه لو ربح لا يأخذ الورثة حصة فيه. (1)

ترجمہ: جب کوئی وارث ترکہ کی تقسیم سے پہلے دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر کچھ پیسے لے کر کاروبار کرے اور کاروبار میں نقصان ہو جائے تو اس نقصان کی ذمہ داری اسی پر آئے گی، نیز اگر کاروبار میں نفع ہو تو یہ نفع بھی تنہا اسی کا ہوگا دوسرے ورثاء کو لینے کا حق نہ ہوگا۔

---

(1) درر الحكام فی شرح مجلة الاحكام: ۳/۵۱، الناشر: دار الجيل۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

لو تصرف احد الورثة فی الترکة المشترکة وربح فالربح للمتصرف وحده. (1)

ترجمہ: کوئی وارث اگر مشترک ترکہ میں تصرف کرے اور نفع کمائے تو یہ نفع تنہا اسی تصرف کرنے والے وارث کا ہوگا۔

تنقح الفتاوی الحامدیة میں ہے:

واتفقت الاجوبة انهم ان زرعوا من بذر مشترک بینهم بإذن الباقین لو کبارا أو إذن الوصی لو صغارا فالغلة مشترکة وان من بذر انفسهم أو بذر مشترک بلا إذن فالغلة للزراعین اھ فاغتنم هذه الفائدة. (2)

ترجمہ: متفقہ حکم یہ ہے کہ اگر ورثاء نے مشترک غلے سے کاشت کاری کی ہو اور باقی سب ورثاء کی اجازت مرضی سے کاشت ہو یا ورثاء کے نابالغ ہونے کی صورت میں ان کے وصی یا قاضی کی اجازت سے ہو تو اس صورت میں کل پیداوار سب ورثاء کے درمیان مشترک ہوگی؛ لیکن اگر کچھ وارثین نے اپنے ذاتی غلے سے کاشت کیا ہو یا مشترک غلے سے کیا ہو؛ لیکن دوسرے ورثاء کے اجازت کے بغیر ایسا ہو تو اس صورت میں کل پیداوار کاشت کرنے والے ورثاء ہی کا حق ہوگا، اگرچہ کسب خبیث ہونے کی وجہ سے واجب الرد یا واجب التصدق ہوگا۔

---

(1) الفتاوی الهندیة: ٢/٣٤٦، الناشر دار الفکر۔

(2) العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة: ١/٩٣، الناشر: دار المعرفة۔

امداالاحکام کاایک سوال وجواب ملاحظہ ہو!

سوال: تقسیم ترکہ سے پہلے ایک شریک نے بلااطلاع دوسرے شریک کے ترکہ کسی کومضاربت پر دیااور نفع بھی ہواتواس کاحکم کیاہے؟ (ملخصا)

الجواب: جس شریک نے مضاربت پر روپیہ دیا ہے نفع مقررہ اس کی ملکیت تو ہوگیا؛ لیکن اس میں سے فقط اپنے حصہ وراثت کے مطابق اس کوحلال ہے اور باقی نفع خبیث ہے اس لیے دوسرے ورثہ کو بقدران کے حصص دے دے یامحتاجوں کودے دے۔(1)

احسن الفتاوی میں ہے:

سوال: ایک شخص کے فوت ہونے کے بعد ترکہ پر صرف ایک وارث متصرف رہااس نے اس سے مدت دراز تک منافع لیےاورکافی جائداد بنالی۔الخ

الجواب: صرف اصل ترکہ تقسیم ہوگااورمنافع کامالک وہی ہے جومتصرف ہے مگراس کاتصرف بلارضاءدیگرورثہ ہےتو یہ اَرباح فاسدہ ہیں جن کاحکم یہ کہ مالک پرردکئے جائیں اگرمالک کاعلم نہ ہوسکےتوتصدق علی الفقراءکیےجائیں۔(2)

حضرت مفتی محمود صاحب اس سوال کے جواب میں کہ دولڑکوں نے ترکہ کے روپیہ سے تجارت کی، فرماتے ہیں: جن دولڑکوں نے روپیہ لیکر تجارت کی ہے اس میں دوسرے شریک نہیں وہ خودان کی محنت ہے نہ کہ سب کی۔(3)

---

(1) امدا الاحکام: ۳/۳٤۳،کتاب الشرکة، ط: کراچی۔

(2) احسن الفتاوی: ۹/۲۸۵،کتاب الوصیة والفرائض؛ ط: زکریا۔

(3) فتاوی محمودیه: ۲۰/۳۰۹،کتاب الفرائض، ط: اشرفی دیوبند۔

ایک اہم فائدہ:

دوسرے ورثہ کی مرضی کے بغیر ان کے حصے میں تصرف کرنا بحکم غصب ہے اور شیءِ مغصوب سے جو بھی نفع حاصل ہو وہ کسب خبیث ہونے کی وجہ سے واجب التصدق ہے بالعموم کتب فقہیہ میں یہ ہی حکم مصرح ہے؛ لیکن بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ یہ خبث دوسرے ورثہ کے حق کی وجہ سے آیا ہے، اس لئے اگر یہ نفع صدقہ کرنے کے بجائے ورثہ کو لوٹا دے تو یہ بھی جائز ہے۔

كالغاصب اذا آجر وقبض الاجر يتصدق او يرده على المغصوب منه. (1)

ترجمہ: مثلاً غاصب جب شئ مغصوب کو کرایہ پر دے اور اجرت پر قبضہ کر لے تو اس نفع کو صدقہ کر دے یا مغصوب منہ کو لوٹا دے۔

بلکہ صاحب ھدایہ نے اسی کو اصح اور اولی قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

فيكون سبيله التصدق فی رواية، ويرده عليه فی رواية لان الخبث لحقه، و هذا اصح۔ (2)

ترجمہ: کسب خبیث کا حکم ایک روایت کے مطابق صدقہ کرنا ہے اور دوسری روایت کے مطابق اصل مالک کو لوٹانا ہے کیونکہ خبث وفساد اسی کے حق کی وجہ سے آیا ہے اور یہ دوسری روایت زیادہ صحیح ہے۔

متاخرین حنفیہ میں سے علامہ رافعی علامہ ظفر احمد عثمانی اور دور حاضر کے فقیہ النفس حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب نے اسی کو بہتر قرار دیا ہے۔(3)

---

(1) الفتاوى الهنديه: ٥/٣٧٠، الناشر: دار الفكر۔

(2) الهداية فی شرح البدايه المبتدی: ٣/٩٤، الناشر: دار احياء التراث العربی. بيروت-لبنان۔

(3) دیکھئے: امداد الاحكام: ٣/٣٤٣، كتاب الشركة، ط: كراچی، اسلام اور جدید معاشی مسائل: ٤/٨٤، ط: فيصل ديوبند، فقه البيوع: ٢/١٠٤٤، المبحث العاشر، ط: دار المعارف ديوبند۔

دوسری صورت:

جس وارث نے ترکہ سے رقم لی ہے اگر اس نے باقاعدہ دوسرے ورثہ کی اجازت سے یہ رقم لی ہے تو پھر اس کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱: اس شریک نے اپنے ذاتی کاروبار کے لیے یہ رقم ورثہ سے بطور قرض لی ہے یا تو لیتے وقت اس کی تصریح ہو یا پھر بعد میں ورثہ یہ دعوی کرنے لگیں کہ ہم نے وہ رقم بطور قرض دی تھی تو اگر ان کا یہ قول خلاف ظاہر نہ ہو تو ان کی بات معتبر ہوگی اور اس صورت میں کاروبار اور اس سے حاصل شدہ جملہ منافع کا مالک یہی وارث ہوگا دوسرے ورثہ کو اس میں مطالبے کا حق نہیں ہے؛ البتہ قرض کے بقدر رقم کی واپسی لازمی ہوگی۔

قال ابن عابدين: وما اشتراه احدهم لنفسه يكون له ويضمن حصة شركائه من ثمنه اذا دفعه من المال المشترك، وكل ما استدانه احدهم يطالب به وحده. (1)

ترجمہ: کوئی شریک اگر اپنے لئے کوئی سامان خریدے تو وہ سامان تنہا اسی کی ملک ہوگا؛ البتہ اگر اس نے مشترک مال سے قیمت کی ادائیگی کی ہے تو باقی ورثاء کے حصے کا ضامن ہوگا اسی طرح شرکاء میں سے اگر کوئی ذاتی قرض لے تو تنہا اس قرض کا وہی ذمہ دار ہوگا۔

تیسری صورت:

تیسری صورت یہ ہے کہ اس وارث نے اپنے ذاتی کاروبار کے لئے وہ رقم نہیں لی بلکہ باجازت ورثہ سب کے لئے وہ رقم لیکر کاروبار شروع کیا ہے اب یا

(1) رد المحتار على الدر المختار: ٤/٣٠٧، الناشر: دار الفكر-بيروت۔

تو با قاعدہ معاملہ طے ہو یا معاملہ تو نہ ہو لیکن گھرانے کے ماحول میں یہی سمجھا جاتا ہو، اور کاروبار کی آمدنی سب پر مشترکہ صرف کی جاتی ہو تو اس صورت میں کاروبار اور اس سے حاصل شدہ منافع سب ورثہ کے درمیان مشترک رہیں گے۔

شرح المجلہ میں ہے:

اذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة فى الاراضى المورثه باذن الورثة الآخرين او اذن وصيهم اذ كانوا صغارا فتكون الحاصلات مشتركة بينهم جميعا۔ (1)

---

(1) درر الحكام فى شرح مجله الاحكام: ۵۱/۳، الناشر: دار الجيل. وهكذا فى تنقيح الفتاوى الحامديه: ۱۱۹/۲، كتاب الشركة، شركة عنان۔

مبہم معاملات میں نوعیت کی تعیین کیسے کریں؟

{۹} جس کاروبار میں ابتداء معاملے کی نوعیت متعین نہیں ہوتی، اس میں نوعیت کی تعیین کن بنیادوں پر کی جائے گی؟ کیا اس سلسلے میں قرائن اور عرف کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے؟

جواب: {۹} مبہم قول اور مجمل معاملات میں نوعیت کا تعین عرف وعادت اور قرائن کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے، فقہاء کرام نے بہت سے مسائل میں نوعیت کا تعین عرف اور قرینے ہی کی بنیاد پر کیا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

مطلق الكلام فيما بين الناس ينصرف الى المتعارف۔ (1)

علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

المبهم فى باب العبادات ينبغى ارجاعه الى ايجاب الشارع وفى باب المعاملات الى المتعارف. (2)

لیکن تعین نوعیت میں عرف کی اعتباریت کے لیے ضروری ہے کہ وہ عرف صحیح ہو، اور اس کے معتبر ہونے کی تمام شرائط موجود ہوں، نیز اس کی وجہ سے منصوص مسائل میں تبدیلی لازم نہ آئے۔

(1) رد المحتار على الدر المختار: ۴/۴۴۵، الناشر: دارالفكر—بيروت۔

(2) امداد الاحکام: ۳/۲۸، ط: کراچی۔

مشترکہ کاروبار کالائحہ عمل

{۱۰} باپ اور بیٹوں کے مابین مشترکہ کاروبار کے حوالے سے ایک ایسا واضح لائحہ عمل تجویز فرمائیں جو شریعت کے اصول وضابطے کے مطابق ہو، نیز اس زمانہ کے حالات میں اس کا نفاذ آسان ہو، تا کہ ان اصول اور ہدایات کی روشنی میں لوگوں کیلئے اپنی معاملات طے کرنا آسان ہو۔

جواب:{۱۰} شریعت کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ معاملات خواہ اپنوں سے ہوں یا اجنبیوں سے وہ صاف ستھرے اور واضح ہونے چاہئے اسی صفائی معاملات ہی سے تعلق باہم اور اجتماعیت کی بقا ہے ورنہ صرف معاملات ہی نہیں بلکہ دین کے دوسرے تمام شعبے لازمی طور سے متاثر ہوتے ہیں؛ جبکہ معاملات کے بارے میں ذخیرہ فقہ میں ہر پہلو سے متعلق واضح ہدایات اور اصول وضوابط موجود ہیں، بقول مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی اگر پورے فقہ کے چار حصے کر دیئے جائیں تو نصف حصہ معیشت اور معاملات سے متعلق ہے اس لئے اس طرح کے معاملات کے پیچیدگیوں سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ معاملات میں شرعی ہدایات اور اصول وضوابط کی مکمل رعایت رکھی جائے؛ لیکن چونکہ جہالت کے سبب ازخود کسی معاملہ پر حکم شرعی لگانا یا اس کا مکمل ڈھانچہ شرعی بنیادوں پر کھڑا کرنا عام لوگوں کے لیے دشوار ہے اس لیے سب سے بہتر اور آسان شکل یہ ہے کہ جو بھی معاملہ کرنے کا ارادہ ہو پہلے اس کے متعلق کسی معتبر مفتی کے سامنے

پوری تفصیل رکھ کر حکم معلوم کرلیں اور اس کے بتائیں ہوئے طریقے کے مطابق عمل کریں اور نوعیت کے بیان کرنے میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھیں۔

۱: فی نفسہ وہ کاروبار جائز ہو۔

۲: کاروبار میں ملکیت کا تعین واضح ہو یعنی اگر باپ بیٹے مشترکہ طور پر کام کر رہے ہوں تو باپ کی کتنی ملکیت ہے اور بیٹے کی کتنی۔

۳: معاملہ کی نوعیت واضح ہو یعنی معاملہ شرکت کا ہے یا مضاربت کا یا اجارے کا، پھر اگر شرکت کا ہے تو کونسے قسم کا معاملہ ہے شرکت عنان، مفاوضۃ، وجوہ وغیرہ۔

۴: اگر کاروبار میں کوئی اپنی رقم لگائے تو اس رقم کی حیثیت متعیّن ہو کہ بطور قرض ہے یا بطور اعانت وتبرع یا بطور شرکت۔

۵: اگر شرکت فقط عملی ہو تو عمل کی نوعیت واضح ہو کہ عامل اجیر ہے یا شریک ہے یا متبرع، غرض کہ معاملات کی کوئی شق مبہم مجمل اور غیر واضح نہ ہو۔

تجاویز

بابت

باپ بیٹوں کے مشترکہ کاروبار کی چند اہم صورتیں

(۱) باپ کا سرمایہ؛ بیٹوں کا تعاون

اگر باپ نے اپنے سرمایہ سے کوئی کاروبار شروع کیا، پھر مثلاً کوئی بیٹا اس کے کاروبار میں سرمایہ اور معاہدہ کے بغیر شامل ہوگیا ہو، جب کہ وہ باپ کی مکمل ماتحتی اور کفالت میں ہو، تو ایسی صورت میں اس بیٹے کی حیثیت شرعاً باپ کے حق میں معاون کی ہوگی، لہٰذا باپ کے انتقال کے بعد کاروبار اور اس کا نفع باپ کے ترکہ میں شمار ہوگا۔

سئل في رجل ساكن في بيت أبيه في جملة عياله، وصنعتهما متحدة بعينه بتعاطي أموره، ولا يعرف للابن مال سابق، فاجتمع مال بكسبه، ويريد أن يختص به بدون وجه شرعي فهل جميع ما حصله بكسبه ملك لأبيه لا شيء له فيه؟ الجواب نعم! جميع ما حصله بكسبه ملك لأبيه، لاشيء له فيه حيث كان من جملة عياله والمعين له في أموره وأحواله

وصنعتهما متحدة، ولا يعرف للابن مال سابق؛ لأن الابن إذاكان في عيال الأب يكون معينا له فيما يصنع، كما صرح بذلك في الخلاصة والبرازية ومجمع الفتاوى. وافتى بذلك "الخير الرملي "إذا تنازع الرجل مع بنيه الخمسة، وهم في دار أبيهم كلهم في عياله، فقال البنون: المتاع متاعنا، والأب يدعيه لنفسه، فإن المتاع يكون للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير الخ. (1)

وفي الخانية: زوج بنيه الخمسة في داره، و كلهم في عياله، واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير (رد المحتار ٦\٥٠٢ زكريا) الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء. فالكسب كله للأب إن كان الأب في عياله لكونه معينا له. (2)

اب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للاب إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معينا له۔ (3)

إذا عمل رجل في صنعة هو وابنه الذي في عياله، فجميع الكسب لذلك الرجل وولده يعد معينا له۔ (4)

والأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له. الا ترى لو غرس شجرة تكون للأب۔ (5)

---

(1) عقود الدرر في تنفيح الفتاوى الحامدية ١٧٢۔

(2) شامی: ٦٥٠٢ زكريا۔

(3) الفتاوي الهندية ٢/٣٢٩،زكريا۔

(4) شرح المجلة ٢/٧٤١، رقم المادة: ١٣٩٨، فتاوى رحيميه ٩،١٨٢۔

(5) شامي ٦/٥٠٢، زكريا۔

إذا كان الولد في عيال ابيه ومعينا له يكون جميع ما يحصل من الكسب لأبيه، وما اشتراه ودفع ثمنه من مال أبيه إن كان شرائه لأبيه بإذنه لا يكون له الاختصاص بدون وجه شرعي؛ بل هو خاص بالأب، فإن كان شراءه نفسه ودفع ثمنه من مال أبيه بلا إذنه يكون خاصا به وبدل الثمن مضمون به. (1)

(۲) چلتے ہوئے کاروبار میں باپ کے ساتھ اولاد کی شرکت

اگر اولاد کاروبار میں معاہدے کے بغیر باپ کی ماتحتی میں رہتے ہوئے اپنا کچھ سرمایہ بھی لگا دے اور اس کا سرمایہ لگانا عرف میں تبرع سمجھا جاتا ہو، تو بیٹے کا سرمایہ لگانا شرعا تعاون سمجھا جائے گا، اور ملکیت باپ کی ہوگی، اور اگر کہیں اس طرح سرمایہ لگانے کو عرف میں شرکت پر محمول کیا جاتا ہو اتو شرعا اسی کا اعتبار ہوگا اور وہ بقدر سرمایہ شریک قرار پائے گا۔

و الذي تحصل في هذا المحل ان الشريك إذا لم يضطر إلى العمارة مع شريكه بأن أمكنه القسمة فأنفق بلا إذنه فهو متبرع، وان اضطر وكان الشريک يجبر على العمل معه، فلا بد من إذنه أو أمر القاضي فيرجع بما أنفق وإلا فهو متبرع. (2)

ولو دفعت في تجهيزها لابنتها أشياء من أمتعة الأب بحضرته وعلمه و كان ساكتا، وزفت إلى الزوج فليس للأب أن يسترد ذلک من ابنته لجريان العرف به. (3)

---

(1) الفتاوي الكاملية ٥١ بحواله تعليقات فتاوى محموديه ٢٠٥/١٤، احسن الفتاوي ٣٩٣/٦۔

(2) شامی ٥١٣/٦ زكريا۔

(3) الدر المختار، كتاب النكاح / باب المهر ٣٠٧/٤_٣٠٨/زكريا۔

و في الخانية: زوج بنية الخمسة في داره و كلهم في عياله، واختلفوا في المتاع، فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير. (1)

و سئل في رجل ساكن في بيت أبيه في جملة عياله، وصنعتهما متحدة بعينه بتعاطي أموره، ولا يعرف للابن مال سابق، فاجتمع مال بكسبه، ويريد أن يختص به بدون وجه شرعي، فهو جميع ما حصله بكسبه ملك لأبيه ولا شيء له فيه.

الجواب نعم! جميع ما حصله بكسبه ملک أبيه، ولا شيء له فيه حيث كان من جملة عياله، والمعين له في أموره و أحواله وصنعتهما متحدة، ولا يعرف للابن مال سابق؛ لأن الابن إذا كان في عيال الأب يكون معينا له فيما يصنع، كما صرح بذلك في الخلاصة والبزازية ومجمع الفتاوى، وأفتى بذلک الخير الرملي إذا تنازع الرجل مع بنيه الخمسة، وهم في دار أبيهم كلهم في عياله. فقال البنون: المتاع متاعناوالأب يدعيه لنفسه فإن المتاع يكون للأب، وللبنين الثياب التي عليهم لا غيرالخ. (2)

إذا كان مريد الإنفاق غير مضطر و كان صاحبه لا يجبر كدار يمكن قسمتها، وامتنع الشريک من العمارة، فإنه لايجبر، فلو أنفق عليهما الاخر بلا إذنه، فهو متبرع؛ لأنه غير مضطر إذ يمكنه أن يقسم حصته و يعمرها، كما صرح في الخانية. (3)

---

(1) شامي ٥٠٢/٦- زكريا۔

(2) عقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية ١٧٢۔

(3) شامی / كتاب الشركة٥١٢/٦: زكريا۔

(۳) باپ کا سرمایہ بیٹوں کی شرکت

اگر باپ نے بیٹوں کو کاروبار شروع کرنے کے لئے سرمایہ دیا، اور یہ طے کر دیا کہ سارے بیٹے کاروبار کی ملکیت ونفع میں باپ سمیت برابر کے شریک ہوں گے، تو اب سب شرکاء نفع اور ملکیت میں برابر کے حصہ دار ہوں گے بیٹوں کے عمل اور محنت میں فرق کی وجہ سے نفع میں کوئی فرق نہیں ہوگا، باپ بھی نفع میں برابر کا شریک ہوگا، خواہ وہ عمل میں بالکل شامل نہ ہو۔

المستفاد: (سئل) في إخوة خمسة تلقوا تركة عن أبيهم فأخذوا في الاكتساب و العمل فيها جملة كل على قدر استطاعة في مدة معلومة، وحصل ربح في المدة وورد على الشركة غرامة دفعوها في المال، فهل تكون الشركة؟ وما حصلوا بالاكتساب بينهم سوية، وإن اختلفوا في العمل والرأي كثرة وصوابا؟

الجواب نعم! إذ كل واحد منهم يعمل لنفسه وإخوته على وجه الشركة، وأجاب الخير الرملي بقوله: هو بينهما سوية حين لا يميز كسب هذا من كسب هذا، ولا يختص أحدهما به ولا بزيارة على الآخر، إذ التفاوت ساقط۔ (1)

قالت الحنفية: الشركة عبارة عن عقد بين المتشاركين في رأس المال والربح. (2)

كذلك لو كان إخوة أربعة في عائلة واحدة وسعوا في تكثير وتنمية الأموال الموروثة عن أبيهم فتقسم الأقسام بينهم بالسوية، ولا ينظر إلى اختلاف عملهم أو اختلاف أيهم. (3)

---

(1) تنقىح الفتاوى الحامدية ٧٥/١_٨٧۔

(2) الفقه الإسلامي وأدلته ٤٩٧/٤)۔

(3) درر الحكام شرح مجلة الأحكام ٤٤٥/٣۔

إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار ووصى فى الأرضى الموروثة تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم۔ (1)

(۴) باپ کا بیٹوں کو مال ہبہ کرنا

اگر باپ نے بیٹوں کو سرمایہ لگائے بغیر فیصد کے حساب سے اپنے کاروبار میں شریک بنالیا بیٹوں کو ان کے حصوں میں مالکانہ تصرف کا اختیار بھی دے دیا، تو شرعا اس کو ہبہ قرار دیا جائے گا؛ لہٰذا جتنے فیصد میں جس بیٹے کو شریک کیا وہ اسی تناسب سے کاروبار کی ملکیت اور منافع کا حق دار ہوگا۔

و أما شركة العنان منها فلا يشترط لها أهلية الكفالة ولا المساوة بينهما في ملك المشتري، حتى لو اشتركا بوجوههما على أن يكون ما اشتريا أو أحدهما بينهما نصفين أو أثلاثا أو أرباعا، وكيف ما شرطا على التساوي والتفاضل كان جائزا۔ (2)

و الربح إنما يستحق بالمال أو بالعمل أو بالضمان۔ (3)

(قال في التاتارخانية: قد ذكرنا أن الهبة لا تتم إلا بالقبض، والقبض نوعان: حقيقي وأنه ظاهر، وحكمي وذلك بالتخلية، وقد أشار في هذه المسئلة أي مسئلة التمكن من القبض قبض إلى القبض الحكمي، وهو القبض بطريق التخلية. (4)

(1) شرح مجلة لسليم رستم باز ١\٢٠٩ رقم المادة: ١٠٨٩۔

(2) بدائع الصائع ٧/٥٨ زكريا۔

(3) شامي ٨/٤٣٠ زكريا۔

(4) شامي /كتاب الهبة ١٢/٥٧٩ زكريا۔

و القبض الذي يتعلق به تمام الهبة بإذن الواهب، وذلك نوعان: صريح و دلالة۔ (1)

القبض الحكمي عند الفقهاء يقام مقام القبض الحقيقي وإن لم يكن متحققا حسا في الواقع وذلك لضرورات ومسوغات تقتضي اعتباره تقديرا وحكما وترتيب أحكام القبض الحقيقي عليه، وذلك في حالات ثلاث الحالة الأولى: عند اقباض المنقولات بالتخلية مع التمكين في مذهب الحنفية ولو لم يقبضها الطرف الآخر حقيقة، حيث أنهم يعدون تناولها باليد قبضا حقيقيا، والقبص بالتخلية قبضا حكميا بمعنى أن الأحكام المترتبة عليه كأحكام القبض الحقيقي۔ (2)

(۵) اولاد کا سرمایہ باپ کا نام

اگر بیٹوں نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا اور احتراما یا مصلحۃ والد کا نام ڈال دیا اور والد کو تصرف کا اختیار نہیں دیا، تو محض اس نام ڈالنے کی وجہ سے اس کاروبار پر شرعا باپ کی ملکیت نہیں مانی جائے گی؛ بلکہ کاروبار میں سرمایہ لگانے والے بیٹے ہی اپنے سرمایہ کے بقدر کاروبار میں مالک ہوں گے۔

و یروی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال: کل احد احق بماله من والده ولده والناس اجمعین. (3)

---

(1) الفتاوى التاتارخانية ٤٢١/١٤ زكريا۔

(2) الموسوعة الفقهية ٢٦٢/٣٢-٢٦٣ كويت۔

(3) السنن الکبری للبیهقی 7\481، سنن الدار قطنی 4\235 رقم: 112۔

كل احد احق بكسبه من والده ولده والناس اجمعين. (1)

المستفاد: أما بيع التلجية فالاتفاق على عدم ارادة البيع مضمر بينهما، وليس هناك بيع اصلا، الى قوله أن المتعاقدين فى بيع التلجية يتفقان على أن يظهر العقد إما خوفا من ظالم و نحوه، و إما لغيره ذلك ويتفقان ايضا على أنهما إذا أظهراه لا يكون بيعا. (2)

فى الدر المختار: وبيع التلجية وهو أن يظهرا عقدا وهما لايريد أنه لخوف عدو وهو ليس بيع فى الحقيقة بل كالهزل. (3)

ما فى الدر المختار مع رد المحتار إعلم أن اسباب العلم ثلثة ناقل كبيع، وهبة، وخلافة، كإرث و اصابة وهو الاستيلاء حقيقة بوضع اليد أو حكما بالتهيئة كنصب شبكة لصيد. (4)

ما يتولد من شيء مملوك يكون مملوكا لصاحب الأصل؛ لأن مالك الأصل هو مالک الفرع. (5)

(٦) مشترک آمدنی میں باپ کو تصرف کا اختیار دینا

اگر باپ کے سرمایہ سے کاروبار کرنے والے بیٹے اپنی کل آمدنی باپ کے پاس لاکر جمع کرتے رہتے ہیں، اور پھر باپ حسب ضرورت اس آمدنی میں سے بیٹوں کو عطا کرتا ہے، تو اس صورت میں یہ سارا کاروبار والد کی ملکیت قرار پائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ باپ اصل مالک ہے اور بیٹے اس کے معاون ہیں۔

(1) سنن سعيد بن منصور بحوالة مغنى 6\321 ۔

(2) الموسوعة الفقهية 9\613، كويت۔

(3) الدر المختار 6\244. دار الفكر بيروت۔

(4) رد المحتار ١٤/٠٧ زكريا۔

(5) الفقه الإسلامي ٤/٩١٤۔

لو دفع لابنه مالا فتصرف فيه الأبن يكون للأب إلا إذا دلت دلالة على التمليك. (1)

دفع لابنه مالا ليتصرف فيه ففعل و كثر ذلك، فمات الأب إن أعطاه هبة، فالكل له، وإلا فميراث، وتحته في الشامية: بأن دفع إليه ليعمل للأب. (2)

رجل دفع إلى ابنه في صحته مالا يتصرف فيه ففعل و كثر ذلك فمات الأب إن أعطاه هبة فالكل له، وإن دفع إليه؛ لأن يعمل فيه للأب فهو ميراث. (3)

و كذا لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم و نما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي. (4)

في القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب. (5)

ما في درر الحكام شرح المجلة المادة ١٣٩٨: إذا عمل أحد في صنعته مع ابنه الذي في عياله كافة الكسب لذلك الشخص، ويعد ولده معينا له، كما أنه إذا غرس أحد شجرا فأعانه ولده الذي في عياله فيكون الشجر لذلك الشخص ولا يشاركه ولده فيه.

---

(1) الفتاوى التاتارخانية14/ 466 رقم: ٢١٧٣٨ زكريا، شامي ٥٠٢/٨زكريا، ٩٧٦/كراچی۔

(2) الدر المختار مع الشامي٨٥/٢٠، زكريا، ٧٠٩/٥ كراچی۔

(3) الفتاوى الهندية ٣٩٢/4 زكريا قديم، ١٧/4جديد۔

(4) رد المحتار / كتاب الشركة ٥٠٢\٦زكريا۔

(5) الدر المختار مع الشامى، كتاب الشركة / مطلب: اجتمعا في دار واحد. الخ ٥٠٢\ ٦زكريا۔

و في درر الحكام: إذا عمل أحد في صنعته هو وابنه الذي في عياله واكتسبا أموالا، ولم يكن معلوما أن للابن مالا سابقا فكافة الكسب لذلك الشخص، ولا يكون لولده حصته في الكسب؛ بل يعد ولده معينا وليس له طلب أجر المثل. (1)

اب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معينا له، ألا ترى أنه لو غرس شجرة تكون للأب، كذا في الفتاوى الحمادية. (2)

(۷) باپ نے کاروبار شروع کرا کے بیٹے کو کلی اختیار دے دیا؟

اگر باپ نے اپنے سرمایہ سے بیٹے کے لئے کوئی کاروبار شروع کرادیا اور کاروبار کرنے والا بیٹا اس کی آمدنی اپنے اختیار سے خود خرچ کرتا ہے، اور باپ اس میں کوئی دخل نہیں دیتا، تو ایسی صورت میں بیٹا جو کاروبار کر رہا ہے، وہی اس کا مالک ہے، اور باپ کے انتقال کے بعد اس کاروبار کی ملکیت اور نفع میں دیگر ورثہ حقدار نہ ہوں گے۔

و الأصل أن كل واحد من الشريكين أو الشركاء في شركة الملك أجنبي بالنسبة لنصيب الآخر؛ لأن هذه الشركة لا تتضمن وكالة ما ثم لا ملک لشريک ما في نصيب شريكه، و لا ولاية له عليه من أي طريق آخر، والمسوغ للتصرف إنما هو الملك أو الولاية، وهذا ما لا يمكن تطرق الخلاف إليه. (3)

(1) شرح المجلة 841 رقم المادة: ١٣٩٨، الفتاوى الهندية ٢/٣٢٩ زكريا۔

(2) الفتاوى الهندية، كتاب الشركة / مطلب اب و ابن اكتسبا أموالا منهي للاب٢/ ٣٢٩ زكريا۔

(3) الموسوعة الفقهية ٢٢/٢٦ كويت۔

و لو دفع لابنه مالا فتصرف فيه الابن يكون للأب، إلا إذا دلت دلالة على التمليک. (1)

دفع لابنه مالا يتصرف فيه ففعل و كثر ذلك فمات الأب، إن أعطاه هبة فالكل له، وإلا فميراث، وتحته في الشامية: بأن دفع إليه ليعمل للأب. (2)

رجل دفع إلى ابن في صحته مالا يتصرف فيه، ففعل و كثر ذلک، فمات الأب إن أعطاه هبة فالكل له، وإن دفع إليه؛ لأن يعمل فيه للأب فهو ميراث. (3)

ولو دفع إلى ابنه مالا فتصرف فيه الابن يكون للابن إذا دلت دلالة على التمليك. (4)

(۸) تقسیم ترکہ سے پہلے باہمی رضامندی سے کاروبار بڑھانا

تقسیم ترکہ سے پہلے اگر سب وارثین کی رضامندی سے باپ کے پرانے کاروبار کو آگے بڑھایا گیا ہے، تو اس میں جو بھی نفع حاصل ہوگا، وہ سب ترکہ میں شامل ہوکر تمام وارثین کو ملے گا، خواہ وہ وارثین محنت میں شریک ہوں یا نہ ہوں۔

دفع لابنه مالاً يتصرف فيه ففعل و كثر ذلک، فمات الأب إن أعطاه هبة فالكل له وإلا فميراث. (5)

---

(1) الفتاوى التاتارخانية ١٤/ ٤٦٦ رقم: ٢١٧٣٨ زكريا، و كذا في الفتاوى الهندية ٤\٣٩٢زكريا۔

(2) الدر المختار مع الشامي٨/٥٢٠ زكريا، ٥/٧٠٩ كراچی۔

(3) الفتاوى الهندية/ الباب السادس في الهبة للصغير٤/٣٩٢ زكريا قديم۔

(4) شامي٨/٥٠٢ زكريا۔

(5) الدر المختار مع الشامي، كتاب الهبة / باب الرجوع في الهبة ٨/٥٢٠ زكريا۔

وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل و الرأي. (1)

و لو دفع إلى ابنه مالا فتصرف فيه الابن يكون للأب إلا إذا دلت دلالة على التمليک، كذا في الملتقط. رجل دفع إلى ابنه في صحته مالا يتصرف فيه ففعل و كثر ذلك فمات الأب إن أعطاه هبة فالكل له، وإن دفع إليه؛ لأن يعمل فيه للأب فهو ميراث، كذا في جواهر الفتاوىٰ. (2)

و كذا لو كان إخوة أربعة في عائلة واحدة وسعوا في تكثير وتنمية الأموال الموروثة عن أبيهم فتقسم الأقسام بينهم بالسوية ولا ينظر إلى اختلاف عملهم أو اختلاف رأيهم. (3)

قال لولده الصغير تصرف في هذه الأرض فأخذ يتصرف فيها لا تصير ملكا له، كذا في القنية. وإذا وهب لابنه وكتب به على شريكه فما لم يقبض لا يملكه، ولو دفع إلى ابنه مالاً فتصرف فيه الابن يكون للأب الخ. (4)

سئل في إخوة أربعة تلقوا عن أبيهم تركة فأخذوا في الاكتساب والعمل فيها جملة، كل على قدر استطاعته هل تكون جميع التركة وما حصلوا بالاكتساب بينهم سوية، إن اختلفوا في العمل والرأي كثرة وصواباً.

(1) شامي ٥٠٢/٦ زكريا۔

(2) الفتاوی الهندية ٣٩٢/٤۔

(3) درر الحكام في شرح مجلة الأحكام ٣\ ٤٤٥۔

(4) الفتاوی الهندية / الباب السادس في الهبة للصغير٣٩٢/٤۔

أجاب: نعم! تكون بينهم أرباعا وإن اختلفوا في الرأي والقوة؛ إذ كل واحد منهم يعمل لنفسهٖ ولإخوتهٖ على وجه الشركة. (1)

إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار و وصي الصغار في الأراضي الموروثة تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم. (2)

(۹) تقسیم سے پہلے کسی وارث کا ترکہ میں تصرف کرنا

تقسیم ترکہ سے پہلے کسی وارث کو متروکہ مال میں کسی طرح کے تصرف کا شرعاً حق نہیں ہے، اور دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا خیانت یا غصب ہے؛ البتہ اگر کوئی وارث تقسیم ترکہ سے قبل مورث کی متروکہ رقم لے کر اپنا کوئی کاروبار شروع کر دے تو اس رقم سے ہونے والے کاروبار کی تین شکلیں ہیں۔

(۱) اگر اس نے دیگر بالغ ورثہ کی اجازت سے ان کے حصہ کے بقدر رقم بطور قرض حاصل کی، تو دیگر ورثہ اس کاروبار کے نفع ونقصان میں شریک نہ ہوں گے؛ بلکہ صرف اپنی اصل رقم کے حق دار ہوں گے، اور سارا نفع کاروبار کرنے والے کا ہوگا، اور نابالغ ورثہ کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح، فالربح للمتصرف وحده. (3)

(۲) اگر دیگر ورثہ نے کاروبار کرنے والوں کو عقد شرکت کے طور پر تصرف کرنے کی اجازت دی ہو، تو یہ سب لوگ اس تجارت کے نفع ونقصان میں شریک

---

(1) النتف في الفتاویٰ ٣٢٤۔

(2) شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٠٩/١ رقم المادة: ١٠٨٩۔

(3) الفتاوى الهندية ٣٤٦/٢ قديم، ٣٤٣/٢ جديد۔

رہیں گے، اور نفع کی تقسیم ملکیت کے تناسب سے ہوگی۔

إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار ووصي الصغار في الأراضي الموروثة تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم. (1)

لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم، وانما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي. (2)

سئل في إخوة خمسة تلقوا تركة عن أبيهم، فأخذوا في الاكتساب والعمل فيها جملة كل على قدر استطاعة في مدة معلومة، فحصل الربح في المدة فهل تكون الشركة، وما حصلوا بالاكتساب بينهم سوية، وإن اختلفوا في العمل والرأي كثرة وصوابا؟

الجواب نعم! إذ كل واحد يعمل لنفسه ولإخوته على وجه الشركة، وأجاب خير الرملي بقوله: هو بينهم على السوية حيث لا يميز كسب هذا من كسب هذا، ولا يختص أحدهما به ولا بزيادة على الآخر إذ التفاوت ساقط كملتقطى السنابل إذا خلط ما التقطا، وحيث كان كل منهما صاحب يد لا يكون القول قول واحد منهما بقدر حصة الآخر، فلو كان أحدهما صاحب يد والآخر خارجا، واختلفا فالقول لذي اليد والبينة بينة الخارج. (3)

(1) شرح المجلة 1/609 رقم المادة: ١٠٨٩۔

(2) شامي/كتاب الشركة ٦/٥٠٢۔

(3) تنقيح الفتاوى الحامدية ١/٩٣۔

فشركة الملك أن يشترك رجلان في ملك مالک، وذلك نوعان: ثابت بخير فعلهما كالميراث، وثابت بفعلها، وذلك بقبول الشراء أو الصدقة أو الوصية والحكم واحد، وإن ما يتولد من الزيادة يكون مشتركا بينهما بقدر الملک، وكل واحد منهما بمنزلة الأجنبي في التصرف في نصيب صاحبه. (1)

(۳) اگر کسی وارث نے بلا اجازت ورثہ از خود اس مال سے تجارت شروع کردی، تو یہ تصرف ناجائز ہوگا اور خسارے کا وہ خود ذمہ دار ہوگا؛ البتہ حاصل شدہ نفع سب ورثہ کو حسب حصص شرعیہ دیا جائے گا۔

إذا أخذ أحد الورثة مبلغا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين، وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، كأنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح، وكذا لو باشر العمل والسعي وصي القاصر فليس للأم، وللورثة الكبار طلب حصتهم من الربح حامدية. والأصل في هذا أن الغاصب والمستودع إذا تصرف في المغصوب والوديعة، فالربح له لا للمالك. (2)

و ما اشتراه أحدهم لنفسه يكون له ويضمن حصة شركائه من ثمنه إذا دفعه من المال المشترك. (3)

أما لو بذرها بغير إذن بقية الورثة فالغلة للزارع فقط، ولو كان البذر مشتركا كما صرح به في الحامدية ورد المحتار. ومفاده:

---

(1) المبسوط للسرخسي ١٢٨/٦۔

(2) شرح المجلة لرستم باز ٦١٠/١ رقم المادة ١٠٩٠۔

(3) رد المحتار / كتاب الشركة ٤٧٨/٦ زكريا۔

أنه يضمن لبقية الورثة مثل نصيبهم في الحبوب وحصتهم من نقصان الأرض، إذا أخذ أحد الورثة مبلغا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، وكما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح، وكذا لو باشر العمل والسعي وصي القاصر فليس للأم وللورثة الكبار طلب حصتهم من الربح. (1)

قوله وكل أجنبي في قسط صاحبه أي وكل واحد من الشريكين ممنوع من التصرف في نصيب صاحبه لغير الشريك إلا بإذنه لعدم تضمنها الوكالة. (2)

وكل منهما أجنبي في نصيب الآخر، ويجوز بيع نصيبه من شريكه في جميع الصور ومن غيره بغير إذنه فيما عدا الخلط والاختلاط، فلا يجوزبلا إذنه. (3)

ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بإذنه، وكل واحد منهما في نصيب صاحبه كالأجنبي؛ لأن تصرف الإنسان في مال غيره لايجوز إلا بإذنه أو ولايته. (4)

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين

برحمتك يا أرحم الراحمين

---

(1) شرح المجلة لسليم رستم باز ٢٠٩/١٠-

(2) البحر الرائق ٢٨٠/٥-

(3) ملتقى الأبحر مع المجمع الأنهر ٥٤٣/٢ دار الكتب العلمية-

(4) الجوهرة النيرة ٢٨٧/١، ومثله في الأشباه والنظائر، كتاب الغصب/من الثاني ١٥٧-

مراجع ومصادر

1 المبسوط للسرخسی: شمس الدین ابوبکر محمد بن احمد السرخسی م:۴۹۰ھ

2 بدائع الصنائع: العلامہ ابوبکر بن مسعود الکاسانی م:۵۸۷ھ

3 مجمع الانہر: الشیخ محمد بن سلیمان الکلیبو لی المعروف بہ شیخ زادہ م:۱۰۷۸ھ

4 الفتاوی الہندیہ: العلامہ نظام الدین و جماعۃ من علماء الہند الاعلام

5 الفتاوی الخانیہ: العلامہ حسن بن منصور المعروف بقاضی خاں م:۵۹۲ھ

6 البحر الرائق: العلامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم المصری م:۹۶۹ھ/۹۷۰ھ

7 الفتاوی البزازیہ: محمد بن محمد بن محمد بن شہاب الدین الکردری م:۸۲۷ھ

8 تبیین الحقائق: الشیخ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی م:۷۴۳ھ

9 اعلام الموقعین: ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد الدمشقی الحنبلی م:۷۵۱ھ

10 الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ: مجموعہ من العلماء

11 امداد الفتاوی:	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی بن عبد الحق التھانوی م: ۱۳۶۲ھ
12 امداد الاحکام:	المحدث الناقد العلامہ ظفر احمد بن لطیف احمد العثمانی التھانوی م: ۱۳۹۴ھ
13 احسن الفتاوی:	حضرت مولانا رشید احمد صاحب لدھیانوی م: ۱۴۲۲ھ
14 السنن الکبری للبیھقی:	ابو بکر احمد بن الحسین بن عبد اللہ بن موسی البیہقی م: ۴۵۸ھ
15 المعجم الاوسط:	ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الطبرانی م: ۳۶۰ھ
16 مجمع الزوائد:	الحافظ نور الدین علی بن ابو بکر الہیثمی المصری الشافعی م: ۸۰۷ھ
17 سنن سعید بن منصور:	ابو عثمان سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی م: ۲۲۷ھ
18 رد المحتار علی الدر المختار:	علامہ ابن عابدین شامی م: ۱۲۵۲ھ
19 کفایت المفتی:	مفتی کفایت اللہ دہلوی م: ۱۳۷۲ھ
20 امداد الاحکام:	علامہ ظفر احمد عثمانی م: ۱۳۹۴ھ
21 امداد المفتین:	مفتی محمد شفیع دیوبندی م: ۱۳۹۵ھ
22 احسن الفتاوی:	شیخ رشید احمد لدھیانوی
23 فتاوی دار العلوم:	مفتی عزیز الرحمن الدیوبندی م: ۱۳۴۷ھ
24 فتاوی رحیمیة:	مفتی عبد الرحیم لاجپوری م: ۱۴۲۲ھ

25	الجوهرة النيرة:	ابوبکر بن علی بن محمد م:۸۰۰ھ
26	معجم لغة الفقهاء:	محمد رواس قلعجی حامد صادق قینجی
27	الدر المختار للحصكفى تنويرالابصار للتمرتاشى:	محمد بن علاء الدین الحصکفی م:۱۰۸۸ھ
28	اعلاء السنن:	المحدث الناقد العلامہ ظفر احمد بن لطیف احمد العثمانی التھانوی م:۱۳۹۴ھ
29	العناية شرح الهداية:	محمد بن محمد محمود اکمل الدین الباقرنی م:۷۸۶ھ
30	المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى:	ابو المعالی برهان الدین محمود بن احمد بن عبد العزیز بن عمر مازۃ ۳۲، الحنفی م:۶۱۶ھ
31	شرح المجلة لسليم رستم باز:	شیخ رستم باز اللبنانی
32	تنوير الابصار للتمرتاشى:	محمد بن عبداللہ احمد الخطیب التمر تاشی م:۱۰۰۴ھ
33	الهداية فى شرح البداية:	برهان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغانی م:۵۹۳ھ
34	فتاوى تاتارخانية:	علامہ عالم بن علاء الانصاری دھلوی م:۷۸۶ھ
35	النتف فى الفتاوى:	شیخ الاسلام ابوالحسن علی بن حسین بن محمد سغدی م:۴۶۱ھ
36	درر الحكام شرح مجلة الاحكام:	علی حیدر خواجہ امین آفندی م:۱۳۵۳ھ
37	العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية:	محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز الشہیر ی ابن عابدین م:۱۲۵۲ھ

38 فتاوی حقانیة:	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک م:۱۹۸۸
39 لسان العرب:	محمد بن مکرم بن علی ابوالفضل جمال الدین ابن منظور الانصاری الرویفعی الافریقی م:۷۱۱ھ
40 تاج العروس من جواہر القاموس:	محمد بن محمد بن محمد بن عبدالرزاق الشہیر بالمرتضی الحسینی الزبیدی ویکنی اباالفیض، ابا الجود ابالوقت م:۱۲۰۵ھ
41 شرح السیر الکبیر:	شمس الدین ابوبکر محمد بن احمد السرخسی م:۴۹۰ھ
42 لغات کشوری:	سید تصدق حسین رضوی المتخلص بہ عاشق
43 قرة عیون الاخیار:	محمد علاء الدین بن السید محمد امین بن السید عمر عابدین
44 الفقه الاسلامی وادلته:	الشیخ محمد وہبہ بن مصطفی الزحیلی م:۱۴۳۶ھ
45 الفتاوی الکاملیة:	محمد کامل مصطفی محمود الطرابلسی الحنفی م: ۱۸۵۳
46 کنز الدقائق:	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین النسفی م:۷۱۰ھ
47 الدر المنتقی فی شرح الملتقی، زاداہل التقی فی شرح الملتقی، سکب الانہر علی ملتقی الابحر له:	ثلاثۃ اسماء للعلامہ محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمن بن محمد الحصینی المعروف بعلاء الدین الحصکفی م:۱۰۸۸ھ
48 فتاوی محمودیه:	محمود حسن بن مولانا حامد حسن بن حاجی خلیل بن ولی محمد بن قلندر بخش م:۱۴۱۷ھ